ماهنامہ
خالد
ربوہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

فاستبقوا الخیرات

"تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں"
الہام حضرت مسیح موعودؑ

"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
المصلح الموعودؓ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ "خالد" ربوہ

جون ۱۹۷۷ء • احسان ۱۳۵۶ ہش

جلد ۲۴ • شمارہ ۸

ایڈیٹر
حافظ مظفر احمد

*

ناشرین
• بشارت احمد محمود • ملک خالد محمود
• محمد الیاس منیر • سید حسین احمد

☆

قیمت فی پرچہ: ایک روپیہ
چندہ سالانہ: دس روپے

الفہرست

اداریہ
• "اے خدا بر تربت او ابر رحمت ہا ببار" صفحہ ۲
• ایک شمشیر لہرایا " ۴

تختۂ مشقِ ستم بنتے رہے ہیں جو لوگ
• انبیاء اور ان کی جماعتوں پر ابتلاء و مصائب " ۵

تاریخ اشاعتِ اسلام
• مشرقی افریقہ میں تبلیغِ اسلام " ۱۵

منظومات:
• مواعظ حسنہ (کلام محمودؓ) " ۲۰
• در ایام "کرب" (در ثمین) " ۲۰

حاصلِ مطالعہ
• آرہا ہے اس طرف احرار یورپ کا مزاج " ۲۱

سیرت و سوانح:
• سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی حیاتِ طیبہ کا مختصر خاکہ (قسط ۲) " ۲۳

یادوں کے زخم
• "رفتید و لے نہ از دل ما" " ۲۵

"وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے"
• الوصیت " ۳۱

سفرنامہ:
• کینیڈا کی سیر (قسط ۵) " ۳۵

~~~ کے علاوہ ~~~

تعزیتی قراردادِ مجلس خدام الاحمدیہ اور سالانہ رپورٹ

• پبلشر: محمد شفیق قیصر • پرنٹر: سید عبدالحی • مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
• مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ
~~~

خالد

اداریہ

"اے خدا برتربت او ابر رحمت ہا ببار!"

ماموریہ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ۲۲ ر اور ۲۳ ر مئی کی درمیانی رات طویل علالت کے بعد اس دنیائے فانی سے انتقال فرماکر اپنے مولائے حقیقی سے جا ملیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط اس سانحہ عظیم پر ہماری دلی کیفیت کا وہی عالم ہے جس کا اظہار حضرت جنید بغدادی کی وفات پر ایک بزرگ نے ان اشعار میں کیا تھا:۔

"وا اسفا علیٰ فراق قوم ۔۔۔ ھم المصابیح والحصون
والمدن والمزن والرواسی ۔۔۔ والخیر والامن والسکون
لم تتغیر لنا اللیالی ۔۔۔ حتّٰی توفھم المنون
فکلّ جمر لنا قلوب ۔۔۔ وکلّ ماءٍ لنا عیون"

یعنی۔ ہائے افسوس اس لوگوں کی جدائی پر جو دنیا کے لئے سورج کا کام دے رہے تھے اور دنیا کے سلئے قلعوں کا رنگ رکھتے تھے اور انہی کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے عذابوں اور مصیبتوں سے دنیا کو نجات ملتی تھی۔ وہ شہر تھے جن سے تمام دنیا آباد تھی وہ بادل تھے جو سوکھی سڑی کھیتیوں کو ہرا کر دیتے تھے وہ پہاڑ تھے جن سے تمام دنیا کو استحکام تھا۔ وہ تمام بھلائیوں کے جامع تھے اور دنیا ان سے امن و سکون حاصل کر رہی تھی۔ ہمارے لئے زمانہ تبدیل نہیں ہوا اور دنیا کے دکھوں اور تکلیفوں نے ہمیں گھبراہٹ میں نہ ڈالا مگر جب وہ فوت ہو گئے تو ہمارے سکھ بھی تکلیفیں بن گئے اور ہمارے آرام بھی دکھ میں بدل گئے۔ پس اب ہم ہیں کسی آگ کی ضرورت نہیں کیونکہ ہمارے دل خود انگارے بنے ہوئے ہیں اور کسی اور پانی کی ضرورت نہیں کیونکہ ہماری آنکھیں بارش برسا رہی ہیں۔

ہر زمانے میں ایسے نابغۂ روزگار لوگ پیدا ہوتے رہے اور کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ کے مطابق

اپنی اجلِ مقدر پر اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئیں۔

بلاشبہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ عنہا کا وجود باجود بھی انہی عظیم ہستیوں میں سے تھا کتنی شان کی حامل تھی وہ عظیم بچی۔ جس نے الٰہی بشارات کے مطابق مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں آنکھیں کھولیں ——— جس نے اپنی عمر کی گیارہ بہاریں مہدی معہود علیہ السلام کے سایۂ عاطفت میں گزاریں اور براہ راست آپ سے فیض پایا۔ جس نے حضرت اماں جان رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش اور تربیت حاصل کی اور اسی عمر میں رؤیا و کشوف سے سرفراز ہوئیں ہاں! کتنی مبارک تھیں وہ خاتون جنہوں نے خلافت اولیٰ کا مبارک زمانہ دیکھا ——— مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ۵۲ سالہ عظیم الشان اور انقلاب آفریں دورِ خلافت پایا ——— اور نافلہ موعود کے شاندار دورِ خلافت کے بارہ سال دیکھے اور غلبۂ اسلام کی عظیم الشان مہم میں حصہ لیا۔

آپ آیات اللہ میں سے تھیں اور ہر دور میں آپ کا وجود جماعت کے لئے افضال و برکات کا موجب بنا رہا ——— آپ اپنے مؤثر بیان اور اندازِ گفتگو، عمدہ اسلوبِ نگارش، مفید تربیتی مضامین، منظوم کلام اور سب سے بڑھ کر اپنی متضرعانہ دعاؤں سے جماعتی خدمات بجا لاتی رہیں ——— اکثر احمدی احباب آپ کو دعا کے لئے لکھتے اور آپ بڑے اہتمام سے ان کو جواب تحریر فرماتیں اور دعا فرماتیں۔ خود راقم الحروف کو حضرت سیدہ مرحومہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں دعائیہ خطوط لکھنے کا موقع ملا۔ آپ اکثر خود جواب قلم بند فرماتیں۔ ورنہ کسی سے لکھوا لیتیں۔ آپ کے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے خطوط میں یہ جملہ نمایاں ہے

"دعا سب کے لئے برابر کرتی ہوں"۔

جب تک حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ زندہ رہے آپ کے شانہ بشانہ جماعتی خدمت و تربیت میں کوشاں رہیں۔ آپ بیمار ہوئے تو جہاں خود دعائیں کیں وہاں جماعت کو بھی اس کی پر زور تلقین فرمائی۔ ایک شعر میں کیا خوب فرماتی ہیں ؏

"قوم احمد جاگ تو بھی جاگ اس کے واسطے ان گنت راتیں جو تیرے درد سے سویا نہیں"

الغرض ایسی عظیم ہستیاں اور بزرگ وجود ملت و قوم کے لئے برکت کا موجب ہوتے ہیں۔ وہ آفات و مصائب میں قوم کے لئے مضبوط قلعہ کا کام دیتے ہیں۔ خدا کو ان کا اکرام منظور ہوتا ہے اور ان کی وجہ سے مخلوقِ خدا ابتلاؤں اور مصائب سے امن میں رہتی ہے۔ ان کی دعاؤں سے ایک عالم فیضیاب ہوتا ہے۔ ایک جہان کی مصیبتیں ہیں۔ دنیا کی تقدیریں بدل جاتی ہیں ——— اور آج ——— وہ مبارک ہستی ہم سے رخصت ہو چکی ہے۔ ہم پر آپ کے بے شمار احسانات ہیں۔ آسمان پر دعاؤں کا بھاری خزانہ آپ نے ہمارے لئے چھوڑا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ان کے درجات کی بلندی کے لئے دعا کریں کہ ——— اے خدا! آپ کے وجود پر بے شمار اور ان گنت رحمتیں اور برکتیں نازل فرما اور آپ کو اعلیٰ علیین میں بلند درجات عطا فرما۔ اللّٰھم اغفرلھا وارحمھا وادخلھا فی الجنّۃ وارفع درجاتھا فی اعلی علیین! آمین ثم آمین!

٥

ابھی حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سانحۂ ارتحال اور یادوں کے زخم ہرے تھے کہ خادم اسلام حضرت مولانا ابو العطاء جالندھری رضی اللہ عنہ کے اچانک انتقال پُرملال کی خبر بجلی بن کر گری۔

حضرت مولانا مرحوم رضی اللہ عنہ کی وفات ایک جماعتی صدمہ ہے اور "مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ" کہ عالم کی موت ایک جہان کی موت ہوتی ہے، کی مصداق ہے ؎

"جو بادہ کش تھے پرانے وہ اُٹھتے جاتے ہیں
کہیں سے آبِ بقائے دوام لا ساقی!"

خلافتِ ثانیہ کے مبارک دور میں حضرت مولوی صاحب مرحوم کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دست و بازو اور خادم خاص ہونے کا شرف حاصل ہوا اسی دور میں آپ نے جماعت کے لئے ایک شہتیر کا کام دیا اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے آپ کو اپنا "خالد" قرار دیا۔

اسی طرح خلافتِ ثالثہ میں بھی آپ کو کلیدی خدمات انجام دینے کی توفیق ملی اور آج جبکہ حضرت مولانا مرحوم رضی اللہ عنہ اپنی زندگی کی عظیم جدوجہد پوری کر کے سفر آخرت اختیار کر چکے ہیں ہم آپ کے بعد جماعت میں ایک خلاء محسوس کرتے ہیں۔ آپ کی عظیم خدماتِ سلسلہ کو یاد کر کے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ شعر زبان پر آتا ہے جو آپ علیہ السلام نے حضرت مولوی عبدالکریم سیالکوٹی رضی اللہ عنہ کی وفات پر ایک نظم میں فرمایا: ؎

"گرچہ جنسِ نیکواں ایں چرخ بسیار آورد
کم بزاید مادرے بایں صفا دُرِّ یتیم"

کہ اگرچہ آسمان نیکوں کی جماعت بکثرت لاتا رہتا ہے مگر ایسا شفاف اور قیمتی موتی ماں بہت کم جنا کرتی ہے۔

حضرت مولانا مرحوم رضی اللہ عنہ جیّد، متبحر اور مستند عالم دین تھے۔ رمضان المبارک میں مسجد مبارک میں آپ کا درس قرآن مجید ایک خاص رنگ رکھتا تھا۔ حدیث سے خاص شغف تھا۔ رمضان میں اپنے محلّہ میں باقاعدگی سے بخاری شریف کا درس دیتے۔ اسی طرح ہر جمعہ کو اپنے محلّہ کی مسجد میں سوال و جواب کی دلچسپ مجلس میں رونق افروز ہوتے آپ ایک منجھے ہوئے، شستہ زبان اور دلنشیں بیان مقرر تھے۔ آپ کی تقریر خاص اثر رکھتی تھی۔ جماعت کے بڑے بڑے جلسوں میں آپ کرسیٔ صدارت کی رونق ہوتے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی علالتِ طبع کے باعث (باقی صفحہ ۲۰ پر)

تختۂ مشقِ ستم بنتے رہتے ہیں جو لوگ

ایڈیٹر

انبیاء اور اُن کی جماعتوں پر ابتلاء و مصائب

(قرآن کریم کی روشنی میں)

قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ ان کی قوموں نے نہ صرف یہ کہ ان کی تکذیب اور انکار کیا۔ بلکہ جور و ستم اور ایذا رسانی کی انتہا کر دی لیکن انجام کار مخالف ناکام و نامراد ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے نیک اور پاک بندے بامراد ہوئے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

"کیا جو لوگ تم سے پہلے تھے یعنی نوحؑ کی قوم اور عاد اور ثمود اور جو اُن کے بعد ہوئے ان کی نسبت دلوں کو ہلا دینے والی خبر تمہیں نہیں پہنچی وہ ایسے نابود ہوئے اور مٹا دیئے گئے کہ اللہ کے سوا اب انہیں کوئی بھی نہیں جانتا جب ان کے پاس ان کے رسول ہمارے روشن نشان لے کر آئے تو انہوں نے ان کی بات نہ مانی اور کہا کہ جس تعلیم کے ساتھ تمہیں بھیجا گیا ہے۔ اس کا تو ہم انکار کر چکے ہیں اور جس بات کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو اس کے متعلق ہم ایک بے چین کر دینے والے شک میں پڑے ہوئے ہیں ان کے پیغمبروں نے انہیں کہا کہ کیا تمہیں اللہ کے متعلق کوئی شک ہے جو آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے وہ تمہیں اس لئے بلا رہا ہے تاکہ وہ تمہارے گناہوں میں سے بعض بخش دے اور ایک مقررہ میعاد تک تمہیں تاخیر دے انہوں نے کہا تم تو ہماری ہی طرح کے انسان ہو تم چاہتے ہو کہ جس چیز کی ہمارے باپ دادا پرستش کرتے چلے آئے ہیں اس سے ہمیں ہٹا دو پس اگر اس معاملہ میں تم حق پر ہو تو ہمارے پاس کوئی روشن نشان لاؤ۔ ان کے پیغمبروں نے انہیں کہا کہ یہ سچ ہے کہ ہم تمہاری ہی طرح کے بشر ہیں لیکن یہ بھی سچ ہے کہ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے خاص احسان کرتا ہے اور یہ بات ہمارے

اختیار میں نہیں ہے کہ اللہ کے حکم کے سوا
تمہارے پاس کوئی نشان لائیں۔ اور
مومنوں کو اللہ پر توکل کرنا چاہیئے
اور ہمیں ہوا کیا ہے کہ ہم اللہ پر توکل
نہ کریں حالانکہ اس نے ہمارے مناسب
حال راستے ہمیں دکھائے ہیں اور جو
دکھ تم نے ہمیں دے رکھا ہے اس
پر ہم یقیناً صبر کرتے چلے جائیں گے
اور بھروسہ کرنے والوں کو تو اللہ پر ہی
بھروسہ کرنا چاہیئے۔ اور جن لوگوں نے
کفر اختیار کیا انھوں نے اپنے زمانہ کے
پیغمبروں سے کہا کہ ہم تمہیں ضرور اپنے
ملک سے نکال دیں گے۔ یا تم مجبور ہو
کر ہمارے مذہب میں واپس آجاؤ گے
تو ان تکلیفوں سے بچ سکو گے جس
پر ان کے رب نے ان پر وحی نازل کی کہ
ہم ان ظالموں کو یقیناً ہلاک کر دیں گے
اور ان کی ہلاکت کے بعد اس ملک میں
ضرور تمہیں آباد کریں گے یہ وعدہ اس
کے حق میں ہے جو میرے مقام اور انذاری
پیشگوئیوں سے ڈرے۔ اور انھوں نے
اپنی فتح کے لئے دعا کی نتیجہ یہ ہوا کہ
ہر ایک سرکش اور حق کا دشمن ناکام
رہا۔ اس دنیوی عذاب کے بعد اس
کے لئے جہنم کا عذاب بھی مقدر ہے
(ابراہیم ۱۰ تا ۱۷۔ ترجمہ مطابق تفسیر صغیر)

تاریخ انبیاء کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا
ہے کہ ہر زمانہ کے رسول اور نبی ابتلا اور مصائب کی
بھٹی سے گزرے۔ ان پر شدید ترین مظالم کئے گئے۔
ان سے ٹھٹھہ اور استہزاء کیا گیا انکو رشوت خور اور
ایجنٹ کہا گیا، ان کو ساحر اور مجنون کہا گیا اور ناحق
ان کے قتل کے منصوبے بنائے گئے۔ غرضیکہ ہر طرح سے
ان کو ستایا گیا۔ اور یہ سلسلہ ابتداء سے جاری ہے ہر
دور کے مخالفین یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کوئی نیا کاروبار
کر رہے ہیں اور بزعم خویش وہی حق پر ہیں لیکن اللہ
تعالیٰ فرماتا ہے:-

"ان سے پہلے قوموں نے بھی اپنے رسول
کا انکار کیا تھا۔ نوحؑ کی قوم نے بھی اور
ان کے بعد اور مختلف قوموں نے (جنہوں
نے اپنے نبیوں کے خلاف جتھے بنالئے)
اور ہر قوم نے اپنے رسول کے متعلق
ارادہ کر لیا کہ اس کو گرفتار کرلیں اور
جھوٹی دلیلوں کے ساتھ بحث کرنی شروع
کر دی تا کہ اپنی کج بحثی سے حق کو اس
کے مقام سے ہٹا دیں لیکن میں نے
ان کو پکڑ لیا اب بتاؤ میری سزا کیسی
ہوئی؟" (المومن: ۶)

سورۃ یوسف کی آیت ہے:-

"حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ
وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا
جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ...... الخ"

(یوسف: ۱۱۱)

یعنی جب رسول ناامید ہو گئے اور منکروں کا خیال پختہ ہو گیا کہ ان سے جھوٹی باتیں کہی جا رہی ہیں تو اس وقت رسولوں کے پاس ہماری مدد آگئی۔

حضرت عائشہ رضؓ اس آیت کی تفسیر میں فرماتی ہیں:—

"خدا کی قسم! اللہ نے کبھی کسی رسول سے وعدہ نہیں فرمایا مگر اسے علم ہوتا ہے کہ وہ اس رسول کی وفات سے قبل وقوع پذیر ہوگا لیکن ہمیشہ رسولوں پر ابتلاء آتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کو اندیشہ ہونے لگتا ہے کہ جو اُن کے ساتھ ہیں وہ ان کو جھٹلا نہ دیں۔"

(بخاری کتاب التفسیر)

لیکن ایسا کبھی نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں کو بے یار و مددگار چھوڑا ہو گو وقتی طور پر ایسا ہوتا ہے کہ یوں معلوم ہوتا ہے گویا مخالفین کامیاب ہو جائیں گے لیکن بالآخر وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ کے تحت کامیاب اللہ تعالیٰ کے فرستادہ اور ان کی جماعت ہی ہوتی ہے جیسا کہ ہرقل قیصر روم نے ابوسفیان کے جوابات پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تھا:—

"اے ابوسفیان! میں نے تجھ سے ایک سوال یہ کیا تھا کہ کیا تم نے اس (یعنی محمدؐ) سے جنگ کی ہے؟ تو تو نے جواب دیا کہ تم نے اس سے جنگ کی ہے اور کبھی اس کا پلڑا بھاری رہا ہے کبھی تمہارا"

اس کے بعد ہرقل نے ایک تاریخی اور علمی حقیقت کا انکشاف کیا اور کہا کہ:—

"یہی حال رسولوں کا ہوا کرتا ہے ان پر ابتلا آتے ہیں۔ پھر انجام کار ان کی فتح ہوتی ہے" (بخاری کتاب التفسیر)

مندرجہ بالا قرآنی آیات اور احادیث اس پر شاہد ناطق ہیں کہ خدا تعالیٰ کے انبیاء اور مرسلین بالآخر فتح یاب اور سرخرو ہوئے۔ جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا:—

"ہم اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں ضرور مدد کریں گے اور اس دن بھی جب گواہ کھڑے ہوں گے۔" (مومن: ۵۲)

"اور ہمارا فیصلہ ہمارے بندوں یعنی رسولوں کے لئے پہلے گزر چکا ہے کہ ان کی مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر یعنی مومنوں کا گروہ ہی غالب رہے گا۔"

(صٰفّٰت ۱۷۲ تا ۱۷۴)

چنانچہ خدا تعالیٰ کے اس وعدہ کو ہر دور کے انبیاء و صلحاء نے ہر وقت سامنے رکھا اور دنیا کی کوئی طاقت اُن کے پائے استقلال کو ڈگمگا نہ سکی اور وہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو دنیا تک پہنچاتے رہے اور اللہ کے سوا نہیں کسی کا خوف یا ڈر نہ تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:—

"یہی سنت پہلے گزرے ہوئے پیغمبروں میں جاری تھی جو اللہ تعالیٰ

کے پیغام کو لوگوں تک پہنچاتے تھے۔ اسی
سے ڈرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سوا
کسی سے نہیں ڈرتے تھے اور حساب
لینے میں اللہ تعالیٰ کافی ہے۔"
(احزاب : ۴۰)

الغرض جب بھی کسی قوم کے پاس کوئی رسول آیا تو انھوں نے اس کی تکذیب کی مگر خدا کے فرستادہ نبی کوہِ استقامت بن کر ڈٹے رہے اور صبر و توکّل کے شاندار مظاہرے کیے۔ انھیں اللہ تعالیٰ کے ان وعدوں پر کامل اور قوی ایمان تھا۔

حضرت نوحؑ علیہ السلام کی قوم نے آپ کا انکار کیا۔ مخالفت و تکذیب کی اور بالآخر طوفانِ نوح سے ہلاک ہوئی۔ نوحؑ کے بیٹے سام کی نسل طوفان کے بعد عرب کے اطراف میں پھیل گئی۔ یہ قوم ارم بن سام بن نوح سے منسوب ہونے کے باعث "عادِ ارم" بھی کہلاتی ہے۔ قوم عاد یمن سے خلیج فارس کے دہانے تک جنوبی عرب میں اور پھر ساحل خلیج فارس کے ساتھ عراق تک پھیلی ہوئی تھی۔ جہاں آج یمن، حضرموت، عمان، قطر اور الاحساء کی آبادیاں ہیں۔ اس کا مرکزی مقام احقاف تھا۔ جو حضرموت کے شمال اور عمان کے مغرب میں اور ربع الخالی کے جنوب میں واقع ہے جہاں آج کل ٹیلے ہی ٹیلے ہیں۔ اور جو شاید اسی زمانہ میں عرب کا شاداب علاقہ تھا۔ یہ قوم بت تراشی میں ماہر تھی اور بُت بنا کر ان کی پرستش کرتی تھی۔ قوم نوحؑ کے بعد بت پرستی شروع کرنے والے یہی "عادِ اول" یا "عادِ ارم" تھے۔ ان کے بتوں کے نام قوم نوحؑ کے بتوں وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کے علاوہ صمود اور ہتار تھے۔ یہ قوم شان و شوکت کی مالک اور مغرور و متکبر تھی۔ یہ لوگ بڑی بڑی عمارتیں اور محلات تعمیر کرتے تھے۔ آج سے چار ہزار سال قبل اس قوم کی طرف حضرت ہودؑ علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ آپ نے قوم کو دعوت حق دیتے ہوئے ان کی قوت و سطوت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا:۔

"کیا تم ہر ٹیلہ پر فضول کام کرتے ہوئے
یادگار عمارتیں بناتے ہو اور تم بڑے
بڑے محل بناتے ہو تا کہ تم ہمیشہ قائم رہو
اور جب تم کسی کو پکڑتے ہو تو ظالموں
کی طرح پکڑتے ہو۔ پس اللہ کا تقویٰ
اختیار کرو اور میری اطاعت کرو پھر
میں کہتا ہوں کہ اس ذات کا تقویٰ اختیار
کرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد
کی ہے جن کو تم جانتے ہو۔ اس نے
چارپایوں، اولاد اور باغوں اور
چشموں کے ذریعہ تمہاری مدد کی ہے
میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب
سے ڈرتا ہوں۔" (شعراء ۱۲۹ تا ۱۳۶)

دوسری جگہ ان کی قوت اور طاقت اور استکبار کا ذکر یوں فرمایا ہے:۔

"عاد جو بڑی بڑی عمارتوں والے تھے
وہ لوگ جن کی مانند کوئی قوم ان ملکوں

میں پیدا ہی نہیں کی گئی تھی۔" (فجر: ۸، ۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے عربوں کو ان کی عظمت و سطوت کا ذکر یوں سنایا:۔

"اور ہم نے ان کو (قوم عاد کو) وہ
طاقت بخشی تھی جو طاقت تم کو نہیں
بخشی۔" (احقاف: ۲۷)

قوم عاد کو اپنی شان و شوکت کا احساس اور گھمنڈ تھا۔ انھوں نے ڈنکے کی چوٹ "مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً" کا اعلان کیا کہ آج روئے زمین پر کون ہم سے زیادہ طاقتور ہے؟ اس با جبروت قوم کے پاس حضرت ہود علیہ السلام اللہ کا پیغام لائے۔ انھوں نے فرمایا:۔

"اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو
اس کے سوا تمہارا اور کوئی معبود نہیں
کیا تم تقویٰ اختیار نہیں کرتے (اعراف: ۶۶)

"اے میری قوم! میں اس کام کا تم سے
کوئی اجر نہیں مانگتا میرا اجر اس ہستی
کے ذمہ ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے
کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لیتے۔"
(ہود: ۵۲)

آپ نے قوم کی ہدایت کے لئے انذار و تبشیر کے ہر دو پہلو اختیار فرمائے۔ اور فرمایا کہ پیغام الٰہی کو رد کرنے کی صورت میں "میں تم پر ایک بڑے دن کا عذاب نازل ہونے سے ڈرتا ہوں۔" (الشعراء: ۱۲۶)

"اور اے میری قوم! تم اپنے رب سے
بخشش مانگو پھر اسی کی طرف کامل رجوع
اختیار کرو (اور توبہ کرو) جس کے نتیجہ
میں وہ تم پر خوب برسنے والا بادل بھیجے
گا اور تم کو طاقت کے بعد طاقت بخشے
گا اور مجرم بن کر خدا سے منہ نہ پھیرو۔"
(ہود: ۵۳)

"کیا تم تقویٰ نہیں کرتے میں تمہاری طرف
ایک امانت دار پیغامبر ہو کر آیا ہوں پس
اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور میری اطاعت
کرو۔" (الشعراء ۱۲۵ تا ۱۲۷)

حضرت ہود علیہ السلام کی اس ناصحانہ تعلیم اور تبلیغ و تبشیر کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ آپ کی مخالفت پر تل گئے۔

"اور قوم کے سرداروں نے کہا کہ اے
ہود! ہم تجھے بے وقوفی میں مبتلا پاتے
ہیں اور ہم تجھے یقیناً جھوٹوں میں سے
خیال کرتے ہیں۔ (اعراف: ۶۷)

حضرت ہود نے معصومیت سے جواب دیا:۔

"اے میری قوم مجھ میں بے وقوفی کی کوئی
بات نہیں پائی جاتی۔ میں تمہیں اپنے
رب کا پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہارا
خیر خواہ اور تم میں امانت دار ہوں۔"
(اعراف: ۶۷، ۶۹)

آپ نے تبلیغ جاری رکھتے ہوئے فرمایا:۔

(اے میری قوم!) کیا تم اس بات پر
تعجب کرتے ہو کہ تم ہی میں سے ایک
شخص پر تمہارے رب کی طرف سے نصیحت

کی بات اتری ہے تاکہ وہ تمہیں آنے
والے عذاب سے ہوشیار کرے اور یاد
کرو جب اس خدا نے تم کو نوحؑ کی قوم
کے بعد اس کا جانشین بنا دیا اور تمہارے
جسم کو بہت مضبوط بنایا۔ پس اللہ کی
نعمتوں کو یاد کرو تاکہ تم بامراد ہو جاؤ"
(اعراف: ۷۰)

مگر قوم نے مخالفت نہ چھوڑی بلکہ بیہودہ اعتراضات
اور عذر تراشنے شروع کر دیئے۔ انھوں نے کہا:۔

"اے ہود! تو ہمارے پاس اپنے
دعویٰ کا کوئی روشن ثبوت نہیں لایا
اور محض تیرے کہہ دینے سے ہم اپنے معبودوں
کو چھوڑ نہیں سکتے اور نہ ہی ہم تجھ پر
ایمان لائیں گے۔ تیرے متعلق ہم سوائے
اس کے کچھ نہیں کہتے کہ ہمارا کوئی معبود
بد ارادوں سے تیرے پیچھے پڑ گیا ہے"
(ہود: ۵۴، ۵۵)

اور کہا:۔

"تیرا وعظ کرنا یا نہ کرنا ہمارے لئے
برابر ہے کیونکہ جو باتیں ہم کرتے ہیں وہ
تو پہلے زمانے کے لوگوں سے رائج ہیں"
(شعراء: ۱۳۸)

انھوں نے مزید کہا:۔

"اے ہود! کیا تو ہمارے پاس اس
لئے آیا ہے کہ ہم اللہ کو ایک قرار دیکر
اس کی عبادت کریں اور جن کی ہمارے
باپ دادا پرستش کرتے تھے ان کو چھوڑ دیں
پس جس بات سے تو ہم کو ڈراتا ہے اگر
تو سچا ہے تو اس کو لے آ۔" (اعراف: ۷۰، ۷۱، ۷۲)

حضرت ہودؑ نے قوم کی یہ شدید مخالفت دیکھ کر ایک مؤثر
تقریر کی اور نہایت بہادرانہ اور ناصحانہ انداز میں فرمایا:۔

"میں اللہ تعالیٰ کو اس بات کا گواہ
ٹھہراتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جس کسی
غیر اللہ کو تم اللہ کا شریک قرار دیتے
ہو میں اس سے بیزار ہوں۔ سو اگر میں
غلطی پر ہوں تو سب مل کر میرے خلاف
منصوبہ کرو اور مجھے کوئی ڈھیل نہ دو۔
میں اللہ پر جو میرا بھی رب ہے اور
تمہارا بھی رب ہے بھروسہ کرتا ہوں اور
کہتا ہوں کہ روئے زمین پر کوئی بھی چلنے
والا جاندار ایسا نہیں کہ وہ یعنی خدا
اس کی پیشانی کو پکڑے ہوئے نہ ہو۔
میرا رب یقیناً مومنوں کی مدد کرنے کے
لئے سیدھی راہ پر کھڑا ہے۔ اور اپنی
طرف آنے والوں کی حفاظت کر رہا ہے
پس اگر تم میری طرف سے پیٹھ پھیر لو
تو اس میں میرا کوئی نقصان نہیں کیونکہ
جو تعلیم دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا
گیا ہے۔ وہ میں نے تمہیں پہنچا دی ہوئی
ہے اور اگر تم پیٹھ پھیر لوگے تو میرا

رب تمہارے سوا کسی اور قوم کو پہلوں
کا جانشین بنا دے گا اور تم اس کو کچھ
بھی نقصان نہیں پہنچا سکو گے۔ میرا
رب یقیناً ہر چیز کا محافظ ہے۔ (ہود: ۵۵ تا ۵۸)

آپ نے نہایت جلال سے قوم کو انذار کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اے قوم! تم پر تمہارے رب کی طرف
سے عذاب اور غضب نازل ہو چکا
ہے کیا تم ان ناموں کے متعلق مجھ سے
بحث کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے
باپ دادوں نے تجویز کئے تھے۔ اللہ
تعالیٰ نے ان کے لئے کوئی دلیل نہیں
اتاری پس تم بھی میرے لئے عذاب کا
انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ تمہارے
لئے عذاب کا انتظار کرتا رہوں گا"
(اعراف: ۷۲)

مگر قوم نے ساری تقریر سن کر جواب دیا:۔
"ہم پر کبھی عذاب نہیں آئے گا" (الشعراء: ۱۳۹)
تب اللہ کی غیرت جوش میں آگئی اور اس کے
فرستادہ کے ساتھ سرزمین عاد پر قوم عاد نے انتہائی ذلت
میں جو ذلت ناک، تحقیر آمیز اور غیر انسانی سلوک روا رکھا
اور جو خدا کے نام پر ان مظلوموں اور معصوموں پر ظلم و ستم
کیا گیا اور ان سے استہزاء کیا گیا، اور گالیاں دی گئیں
اس کے لئے خدا کا غضب بھڑکا اور قوم عاد کو تہس نہس
کر دیا گیا۔ اور اس طرح ان کا استیصال کیا گیا اور جڑ سے
اکھیڑ دیا گیا کہ ان کی عبرتناک ہلاکت عربوں میں ضرب المثل
بن کر رہ گئی۔

اس عبرتناک تباہی کی چند جھلکیاں قرآن کریم
نے یوں پیش فرمائی ہیں:۔

"جب (ہود کی) قوم نے اس عذاب
کو ایک بادل کی صورت میں اپنی وادیوں
کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں
نے کہا یہ ایک بادل ہے جو ہم پر بارش
برسائے گا۔ ہم نے کہا نہیں یہ وہ عذاب
ہے جس کو تم جلدی مانگتے تھے۔ یہ
ایک ہوا ہے جس میں دردناک عذاب
پوشیدہ ہے۔ یہ ہوا اپنے رب کے
حکم سے ہر چیز کو تباہ کرتی جائے گی
پس نتیجہ یہ ہوا کہ ان پر صبح ایسے
وقت میں آئی کہ صرف ان کے گھر ہی
نظر آتے تھے۔ سب قوم ریت میں
دب گئی۔ اسی طرح ہم مجرم قوم کو
سزا دیا کرتے ہیں" (احقاف: ۲۵، ۲۶)

"عاد نے اپنے رسول کا انکار کیا تھا
پھر دیکھو میرا عذاب اور ڈرانا کیسا
تھا۔ ہم نے ان پر ایک ایسی ہوا بھیجی
جو تیز چلنے والی تھی اور ایک دیر تک
رہنے والے منحوس وقت میں چلائی
گئی تھی اور لوگوں کو اس طرح اکھیڑ
پھینکتی تھی گویا کہ وہ کھجور کے ایسے
تنے ہیں جن کے اندر کا گودا کھایا ہوا

تھا۔ پس دیکھو میرا عذاب کیسا سخت
اور میرا ڈرانا کیسا سچا تھا۔"
(قمر: ۱۹ تا ۲۲)

"اور عاد کے واقعہ میں بھی ہم نے بہت
سے نشان چھوڑے ہیں۔ اس وقت
جبکہ ہم نے ان پر ایک سخت آندھی
چلائی تھی۔ وہ جس چیز پر چلتی تھی
اس کو تباہ کر دیتی تھی۔ اور اسے
گلی سڑی ہڈیوں کی طرح کر دیتی تھی"
(ذاریات ۴۲ تا ۴۳)

"اور عاد ایک ایسے عذاب سے ہلاک کئے گئے
جو ہوا کی صورت میں آیا تھا جو یکساں چلتی جاتی تھی اور
سخت تیز تھی۔ خدا تعالیٰ نے اس ہوا کو متواتر سات
راتیں اور آٹھ دن ان کی تباہی کے لئے مقرر کر چھوڑا تھا
سو اس کا نتیجہ تمہیں معلوم ہے وہ قوم بالکل گر گئی گویا
کہ وہ کھجور کے ایک کھوکھلے درخت کی جڑیں ہیں جن
کو تیز آندھی نے گرا کر رکھ دیا۔ اب بتاؤ کیا ان کا کوئی
نشان نظر آتا ہے؟" (حاقہ: ۷ تا ۹)

"پس ہم نے ان پر ایک ایسی ہوا
بھیجی جو بڑی تیز تھی اور منحوس دنوں
میں آتی تھی تاکہ ہم انہیں اس دنیا میں
رسوائی کا عذاب چکھائیں اور آخرت کی
زندگی کا عذاب اس سے بھی بڑھ کر
رسوائی کا ہے اور وہاں ان کی کسی رنگ
میں مدد نہ کی جائے گی۔" (حم السجدہ: ۱۷)

اس عذاب شدید سے کون بچا؟ صرف وہ
لوگ جو خدا کے فرستادہ حضرت ہود علیہ السلام پر
ایمان لائے تھے۔ پس اس جماعت کی مدد و نصرت دربار
الٰہی سے ہوئی اور اللہ نے عذاب عظیم سے ان کو نجات
دی جبکہ دشمن خائب و خاسر اور ہلاک ہوئے
فرماتا ہے:۔

"اور جب ہمارا عذاب کا حکم آگیا
تو ہم نے ہودؑ کو اور جو لوگ اس پر
ایمان لائے تھے ان کو اپنی رحمت کے
ذریعہ سے نجات دی اور ہم نے انہیں
ایک سخت عذاب سے بچا لیا۔" (ہود: ۵۹)

دوسری جگہ فرمایا:۔

"آخر ہم نے اس کو اور اس کے
ساتھیوں کو اپنی رحمت کے ذریعہ
نجات بخشی اور جن لوگوں نے ہماری
آیتوں کا انکار کیا تھا اور مومنوں میں
شامل نہ ہوئے تھے ان کی جڑ تک
کاٹ دی۔" (اعراف: ۷۳)

یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اس تمام واقعہ کا نتیجہ نکالتے
ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

"یہ تھے عاد جنہوں نے دیدہ
دانستہ اپنے رب کے نشانوں کا انکار
کر دیا تھا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی
کی تھی اور ہر ایک سرکش اور حق کے
دشمن شخص کے حکم کی پیروی کرنے لگ

پڑے تھے۔ اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی ہے اور قیامت کے دن بھی۔ سنو! عاد نے یقیناً اپنے رب کے احسانوں کی ناشکری کی تھی۔ سنو!

ہم عذاب کے فرشتوں سے کہتے ہیں عاد یعنی قوم ہودؑ کے لئے لعنت مقدر کردو" (ہود: ۶۰ و ۶۱)

کتنا عبرتناک ہے اس سرکش قوم کا انجام جس نے خدا کے پیارے کو ناحق دکھ اور ایذا دینی ڈالا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اہل اللہ پر مصائب و شدائد کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

"عاشق لوگ عشق کے غلبہ کے وقت اور اس کے دردوں میں ہی لذت پاتے ہیں۔ یہ باتیں گو ایک خشک محض انسان کے لئے سمجھانی مشکل ہیں مگر جنہوں نے اس راہ میں قدم مارا ہے وہ ان کو خوب جانتے ہیں۔ بلکہ ان کو تو معمولی آرام اور آسائش میں وہ چین اور لذت نہیں ہوتی جو دکھ کے اوقات میں ہوتی ہے۔ مثنوی رومی میں ایک حکایت ہے کہ ایک مرض ایسا ہے کہ اس میں جب تک اس کو مکے مارتے کوٹتے اور لتاڑتے رہتے ہیں تب تک وہ آرام میں رہتا ہے۔ ورنہ تکلیف میں رہتا ہے۔ سو یہی حال اہل اللہ کا ہے کہ جب تک ان کو مصائب و شدائد کے مشکلات آتے رہیں اور ان کو مار پڑتی رہے تب تک وہ خوش ہوتے ہیں اور لذت اٹھاتے ہیں ورنہ بے چین اور بے آرام رہتے ہیں۔"

(ملفوظات مسیح موعودؑ جلد پنجم ص۱۹۹، ص۲۰۰)

ابتلا

"جب کوئی ابتلا اور آزمائش آتی ہے تو وہ انسان کو ننگا کر کے دکھا دیتی ہے۔ اس وقت وہ مرض جو دل میں ہوتی ہے اپنا پورا اثر کر کے انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ جو شخص اپنے دل میں ایک نور رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کا صدق اور اخلاص ظاہر کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ پیارے نہیں ہیں جن کی پوشاکیں عمدہ ہوں اور وہ بڑے دولتمند ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ پیارے ہیں جو دین کو دنیا پر مقدم کر لیتے ہیں جب تک ایک شخص اپنے اندر اتباع کی پوری کیفیت پیدا نہیں کرتا ایسی پیروی کہ گویا اطاعت میں فنا ہو جائے اور نقش قدم پر چلے اس وقت تک اتباع کا لفظ صادق نہیں آتا۔" (ملفوظات جلد ہشتم ص۲۹۹)

(مرسلہ: جناب فضل الرحمٰن بھیروی)

نئے لاؤڈ سپیکر
اور
ان کے جملہ سامان کیلئے آپ کی اپنی دکان
چوہدری ٹریڈرز
۶- ہال روڈ —— لاہور
پورے اعتماد کے ساتھ بارعایت اعلیٰ کوالٹی کا سامان خریدیں
ٹیلیفون
۳۱۲۳۸۶

تاریخ اشاعتِ اسلام

جناب محمد شفیق قیصر ربوہ

مشرقی افریقہ میں تبلیغ اسلام

یہ مقالہ جس میں یوگنڈا اور کینیا میں تبلیغ اسلام کے حالات بیان کئے گئے ہیں سیمینار مشرقی افریقہ جامعہ احمدیہ ربوہ میں پڑھا گیا تھا: (ایڈیٹر)

مشرقی افریقہ میں کینیا۔ یوگنڈا، تنزانیہ، نیاسا لینڈ اور موزنبیق شامل ہیں۔ اسی طرح سومالیہ بھی براعظم افریقہ کے مشرقی ساحل پر واقع ہے اسی طرح روانڈا۔ یروندی بھی کسی وقت ٹانگانیکا کے ساتھ مل کر جرمن ایسٹ افریقہ سے موسوم تھے۔

نیاسا لینڈ جسے آجکل ملاوی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اور زمبیا ہیں۔ کینیا، یوگنڈا اور موجودہ تنزانیہ (جو پہلے ٹانگانیکا اور زنجبار تھے) کے ساتھ مل کر برٹش ایسٹ افریقہ کہلاتے تھے۔ ٹانگانیکا اور زنجبار کا اپریل ۱۹۶۴ء میں الحاق ہو گیا اور دونوں مل کر جمہوریہ تنزانیہ کے نام سے موسوم ہیں۔

مشرقی افریقہ کے ممالک کینیا۔ یوگنڈا اور تنزانیہ کی آبادی تقریباً ۴ کروڑ ہے۔ یہاں ایشین کے علاوہ عرب مہاجرین بھی آباد تھے مگر افریقی ممالک کی آزادی کے بعد اب صورت حال بہت حد تک بدل چکی ہے۔ ایشین اور دیگر باشندوں کی آبادی اب برائے نام ہے۔

مشرقی افریقہ کا بڑا حصہ خطِ استوا پر واقع ہے اس وجہ سے اس علاقہ میں بھی مسلسل رطوبت اور بارشوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ خطِ استوا پر ہونے کے باوجود موسم نہایت خوش گوار ہے۔

تنزانیہ کا ساحل بحری تجارت کے لئے زیادہ موزوں ہے کیونکہ وہاں متعدد کھاڑیاں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں کی توجہ اس طرف زیادہ رہی اور یہیں سے وہ یوگنڈا۔ ملاوی اور کانگو میں داخل ہوئے۔

اس خطہ میں بعض علاقے کافی بلندی پر واقع ہیں۔ چنانچہ کینیا۔ یوگنڈا اور تنزانیہ میں کافی اونچے اونچے پہاڑ موجود ہیں۔ جن میں سے بعض پہاڑ کی چوٹیوں کی بلندی ۱۹ ہزار فٹ تک ہے۔

اسلام کی اشاعت اور افریقہ پر مسلمانوں کے اقتدار سے پہلے بلکہ حضرت عیسیٰؑ کی بعثت سے بھی پہلے افریقہ کے بڑے حصہ میں شرک و بت پرستی عام تھی۔ البتہ شمالی اور مشرقی افریقہ کے ایک محدود حصے میں یہودیت پھیل چکی تھی۔ عیسائیت اور اسلام کی اشاعت کے بعد گو افریقہ کے شمالی اور مشرقی علاقوں میں یہودیوں کا مذہبی اثر کم ہو گیا لیکن پورے طور پر ختم نہیں ہوا۔ آج بھی افریقہ میں یہودی آباد ہیں اور غالباً یہی وجہ ہے کہ پچھلی صدی کے آخر میں جب صیہونیت کی تحریک نے جنم لیا تو ابتداءً یہ تجویز کیگئی کہ کینیا کو یہودیوں کا وطن قرار دیا جائے۔

براعظم افریقہ کے ملک حبشہ میں (جو مشرقی افریقہ کے شمال میں ہے) عہد نبویؐ میں ہی اسلام کا پیغام پہنچ چکا تھا۔ چنانچہ جب کفار مکہ نے مسلمانوں کو ہر قسم کے ظلم و ستم کا نشانہ بنانا شروع کیا اور ان کا یہ ظلم و ستم اپنی انتہا کو پہنچ گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا کہ:-

جن کے لئے ممکن ہو وہ حبشہ میں ہجرت کر جائیں۔ وہاں کا بادشاہ عادل اور انصاف پسند ہے۔ اس کی حکومت میں کسی پر ظلم نہیں ہوتا۔ وہ سرزمین انشاء اللہ تمہارے لئے امن اور راحت کا موجب ہو گی۔

چنانچہ حضورؐ کے ارشاد پر نبوت کے پانچویں سال سنہ ۶۱۵ء میں گیارہ مردوں اور چار عورتوں کا ایک مختصر سا قافلہ سمندر کے راستہ حبشہ میں داخل ہوا اور حبشہ کے عیسائی بادشاہ اصحمہ نے ان مہاجرین کا خیر مقدم کیا

ابھی ان لوگوں کو گئے تین ہفتے ہی ہوئے تھے کہ یہ خبر مشہور ہو گئی کہ اہل مکہ اسلام لے آئے ہیں۔ یہ خبر سن کر مہاجرین حبشہ بھی واپس مکہ لوٹ آئے مگر وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی۔ چنانچہ ان لوگوں نے اپنے عزیزوں اور دوستوں کی پناہ میں دوبارہ مکہ میں رہنا شروع کر دیا۔ لیکن کفار مکہ کے مظالم میں کوئی کمی نہ آئی تو مسلمان دوسری مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت پر مجبور ہو گئے۔ اس مرتبہ ہجرت کرنیوالوں میں تراسی ۸۳ مرد اور بارہ عورتیں شامل تھیں۔ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لے جانے تک حبشہ ہی میں مقیم رہے۔ اور امن و چین سے زندگی بسر کرتے رہے۔ قریش نے بے حد کوشش کی کہ کسی طرح نجاشی شاہ حبشہ پر زور ڈال کر انہیں واپس مکہ بلایا جائے۔ اسی غرض کے لئے انہوں نے اپنا ایک سفارتی وفد بھی حبشہ بھیجا لیکن نجاشی نے ان کی عرضداشت کو نامنظور کرتے ہوئے مسلمانوں کو اُن کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور قریش کے وفد کو جو بڑی امیدوں کے ساتھ حبشہ گیا تھا ناکام واپس آنا پڑا۔

اس موقعہ پر مسلمانوں کو بادشاہ کے دربار میں پیغام حق پہنچانے کا بھی موقع ملا۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سورۃ مریم کی ابتدائی آیات جن میں عیسائیت کا رد ہے شاہی دربار میں پڑھ کر سنائیں۔ جنہیں سن کر بادشاہ اور اس کے درباری

بہت متاثر ہوئے اور بادشاہ نے کہا۔ خدا کی قسم یہ کلام اور جو کلام موسیٰ لے کر آئے تھے ایک ہی نور سے نکلے ہیں۔

ہجرت مدینہ کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امراء و سلاطین کو تبلیغی خطوط روانہ فرمائے تو اس موقع پر حضورؐ نے شاہ حبشہ کے نام بھی خط لکھا جس کے جواب میں اس نے لکھا کہ:-

"ہم نے آپ کی دعوتِ حق کو سمجھ لیا
ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ
خدا کے سچے رسول ہیں جن کے متعلق
پہلے صحائف میں بھی خبر دی گئی ہے۔"

بہرحال اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عربوں اور اہل حبشہ کے تعلقات زمانہ قبل از اسلام سے قائم تھے اور حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تعلقات کا علم تھا۔ تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ... قبل مسیح سے بھی پہلے تجارتی اغراض کے مدنظر مشرقی افریقہ کے ساحل پر عربوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری تھا لیکن خلافتِ راشدہ کے زمانہ کے بعد جب مسلمانوں میں آپس کے اختلافات بہت بڑھنے لگے اور مختلف مکاتبِ فکر آپس میں برسرِ پیکار رہنے لگے تو اس وقت بعض مظلوم اور ستم رسیدہ گروہ پرامن مقامات کی تلاش میں نکلے اور یہی وہ زمانہ ہے جب عربوں نے مشرقی افریقہ کے ساحل پر آباد ہونا شروع کر دیا۔ یہ ساتویں صدی عیسوی کا زمانہ ہے۔ اور دو سو سال کے اندر مشرقی افریقہ کے ساحل پر عربوں کی چھوٹی چھوٹی بستیاں بھی نظر آنے لگیں۔

عربوں نے افریقن قبائل میں شادیاں کیں اور ان کی اولاد سواحیلی کہلانے لگی یعنی ساحل سمندر کے لوگ۔ اسی طرح ایک نئی زبان بھی معرضِ وجود میں آئی جو اسی مناسبت سے سواحیلی کہلائی جو عربی سے بھی فیض یافتہ اور اس کے علمی الفاظ اور اصطلاحات سے مالا مال ہے۔ اس کا رسم الخط بھی ابتداء میں عربی تھا مگر جب انگریزوں نے اس علاقہ کو اپنے زیرِ نگیں کیا تو اس کا رسم الخط بھی انگریزی کر دیا۔

المسعودی ۹۴۷ء۔ الادریسی ۱۱۵۴ء کی تحریرات کے مطابق مشرقی افریقہ کے ساحل اور زنجبار میں اسی زمانہ میں اسلام پھیل چکا تھا۔ ابن ادریس کے سو سال بعد ابن سعید نے لکھا ہے کہ:-

اس زمانہ میں اسلام ان علاقوں میں
نہ صرف یہ کہ مستحکم ہو چکا تھا بلکہ یہاں
خالص اسلامی ریاستیں قائم تھیں
جن میں سے بعض کے نام یہ ہیں:-

MAGDISHU - ادریسی نے اس ریاست کا ذکر نہیں کیا تاہم اس کے زمانہ میں یہ ریاست بھی کافی حد تک مستحکم تھی۔

ابن سعید نے اس کا خصوصی ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس زمانہ میں اس ریاست کا نام سیاحوں کی زبان پر عام تھا۔ یہاں مختلف مسلم قبائل آباد تھے اگرچہ ان کا ایک حکمران نہیں تھا تاہم ہر قبیلہ کا ایک عالم تھا جسے شیخ کہتے تھے اور سب اس کا حکم مانتے تھے۔

کلوا (KILWA) یہاں کے باشندے

حضرت زید کے متبعین کہلاتے ہیں۔ (حضرت زید ابن علی بن حسن مراد ہیں) ۱۶ ویں صدی عیسوی تک یہ سب سے اہم ریاست تھی۔ ابن بطوطہ نے بھی اپنے سفرنامہ میں اس کا تذکرہ احسن رنگ میں کیا ہے۔

ممباسہ MALINADI۔ لامو LAMU

مرکا MARKA۔ ابن سعید کے مطابق یہ ریاست ۵۰ دیہات سے زیادہ پر مشتمل تھی۔ ان کے علاوہ — MAFIA اور BARĀWA کی ریاستیں بھی تھیں۔

سترھویں عیسوی صدی تک مشرقی افریقہ کے ساحل پر پرتگالیوں اور عربوں کے درمیان کشمکش جاری رہی اور مسلمانوں کے ہاتھوں سے موزمبیق کے علاوہ کینیا اور یوگنڈا کے بعض ساحلی شہر نکل چکے تھے۔ جن میں کلوا کی ریاست بھی شامل تھی اور اسلام کی تبلیغ کو سخت دھکا پہنچا۔ ۱۷۰۰ء میں عمان کے سلطان نے ممباسہ اور زنجبار پر قبضہ کر لیا اور ۱۷۰۵ء میں کلوا کو بھی پرتگالیوں سے آزاد کروا لیا۔

اسی دوران عمان کے سلطان نے یہاں اپنا ایک نائب سید سعید مقرر کیا۔ اس نے مشرقی افریقہ کی ساحلی بستیوں پر قبضہ کیا اور خود ممباسہ تک آیا۔ زنجبار میں اپنا محل بنوایا۔

اب تک عربوں کی جولانگاہ صرف مشرقی افریقہ کے ساحلی علاقوں تک ہی تھی۔ مگر اسی زمانے میں اندرونی علاقوں میں بھی انہوں نے زنجبار کے راستے آنا جانا شروع کر دیا۔

چنانچہ جھیل ٹانگانیکا کی بندرگاہ UJIJI (جو اس زمانہ میں وسطی مشرقی افریقہ کا اہم اسلامی مرکز تھا) میں عربوں نے آنا جانا شروع کر دیا اور ۱۸۶۰ء میں یہاں چند گھرانے مستقل طور پر آباد ہو گئے۔

مشرقی افریقہ پر تقریباً چھ سو سال تک مسلمانوں کا اقتدار رہا لیکن اس تمام عرصہ میں تبلیغ اسلام کی کوئی منظم جدوجہد نظر نہیں آتی۔ اگر اس زمانہ میں منظم رنگ میں تبلیغِ اسلام کا کام کیا جاتا تو آج پورا مشرقی افریقہ اسلام کی آغوش میں ہوتا۔

۱۸۴۴ء میں عیسائی پادریوں نے اپنے پر پرزے نکالنے شروع کر دیئے اور پہلی مرتبہ اس سال ممباسہ میں عیسائی مشن کی بنیاد ڈالی گئی اور آہستہ آہستہ انہوں نے تمام مشرقی افریقہ میں اپنے مشنوں کا جال بچھانا شروع کر دیا۔

یوگنڈا میں اسلام بھی عربوں کے ذریعہ پھیلا۔ یہاں پہلی مرتبہ ۱۸۴۴ء میں عربوں کی آمدورفت شروع ہوئی۔ احمد بن ابراہیم العمری وہ پہلا عرب ہے جو اپنی تجارتی مہمات کے سلسلہ میں مشرقی علاقوں کے ناقابلِ عبور جنگلات کو طے کرتا ہوا اس علاقہ میں پہنچا۔

۱۸۴۸ء میں یوگنڈا کی اہم ریاست بوگنڈا پر شاہ سونا حکمران تھا۔ ایک دن شاہ سونا کے دربار میں احمد بن ابراہیم کی بھی رسائی ہوئی۔ اس دن بادشاہ کسی وجہ سے سخت غصہ میں تھا اور شدتِ غضب میں اس نے اپنی رعایا کے بہت سارے افراد کو موت کے گھاٹ اتارنے کا حکم دیا۔ احمد بن ابراہیم جو اس علاقہ میں مسافرانہ حالت میں وارد ہوا تھا اس ظالمانہ حکم کو برداشت نہ

کر سکا۔ چنانچہ ارشاد نبوی " افضل الجهاد کلمة الحق عند سلطان جائر" نے انہیں بادشاہ کے روبرو کھڑا ہونے کی جرأت بخشی۔ اس نے بادشاہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

" اے بادشاہ! آپ اور آپ کی
ساری رعایا کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا
ہے اور اسی کی ذات والا صفات
نے آپ کو یہ سلطنت عطا فرمائی ہے
آپ اپنے اس فیصلہ پر نظر ثانی کریں کیونکہ
مخلوقِ خدا کو بلا وجہ قتل کرنا اس کے
خالق کی نظروں میں بہت بڑا جرم ہے"

یوگنڈا کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ کوئی انسان بادشاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ایسے الفاظ منہ سے نکالنے کی جرأت کرے۔ تمام دربار میں سناٹا چھا گیا اور تمام درباری یہ توقع کرنے لگے کہ اب احمد بن ابراہیم بھی بد نصیب مظلوموں کی صف میں شامل کر دیا جائے گا۔ اور چند لمحوں میں اس کا سر خاک میں تڑپتا ہوا نظر آئے گا۔ لیکن انہیں کیا علم تھا کہ یوگنڈا کا مطلق العنان حاکم محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے ادنیٰ ترین خادم احمد بن ابراہیم کی تبلیغ و جرأت کا شکار ہو چکا ہے۔

بادشاہ نے تھوڑا سا توقف کیا اس اثناء میں اس کا تمام غصہ زائل ہو چکا تھا۔ اس نے حیرت زدہ نگاہوں سے احمد کی طرف دیکھا اور بولا۔

"احمد! مجھے اپنے دین کے متعلق کچھ مزید بتاؤ"

احمد نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھایا اور بادشاہ کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی اور یہ سلسلہ کئی روز تک جاری رہا۔ اس طرح شاہ سُونا کے زمانہ میں اس ملک میں اسلام کی ابتداء ہوئی۔

احمد بن ابراہیم کوئی باقاعدہ مبلغ تو نہیں تھا۔ وہ تو ایک تاجر تھا کچھ عرصہ بعد اپنے وطن لوٹ گیا۔ جبکہ میں شاہ سُونا کا انتقال ہو گیا اور حکومت کی باگ ڈور مٹیسا اول کے ہاتھوں میں آگئی۔ جس کے عہد میں بھی مسلمان عرب تاجروں کی آمد کا سلسلہ جاری رہا اور جس کے عہد میں چند سو باشندوں نے اسلام قبول کر لیا۔ بادشاہ نے سواحیلی زبان سیکھی اور تمام باشندوں کو حکم دیا کہ وہ السلام علیکم کو رواج دیں۔ مساجد بھی تعمیر ہوئیں۔

مٹیسا کے زمانہ میں شاہی محل میں مقیم بعض مسلمانوں نے اس بنا پر ذبیحہ کھانے سے انکار کر دیا کہ وہ صحیح اسلامی طریق کے مطابق نہیں تھا۔ شاہ مٹیسا کے علم میں یہ بات آئی تو اس کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی اور اس نے ان تمام بے گناہوں کو گرفتار کر کے زندہ جلانے کا حکم دے دیا اور خود بھی اسلام سے منحرف ہو گیا۔ چند لوگوں نے ملک چھوڑ کر جان بچائی۔ بعض قریبی بستیوں میں روپوش ہو گئے لیکن ساٹھ ستر اشخاص ایسے تھے جن کی قسمت میں شہادت لکھی تھی۔ چنانچہ ۸۶/۱۸۸۵ء میں کمپالہ سے چھ سات میل کے فاصلہ پر ان سب کو زندہ آگ میں جلا دیا گیا۔ اور اس طرح یوگنڈا میں افریقی مسلمانوں نے آگ میں جل کر اسلام کی اشاعت کا راستہ کھول دیا۔

(باقی آئندہ)

موعظۂ حسنہ

از حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
(رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

کرو جان قربان راہِ خدا میں
بڑھاؤ قدم تم طریقِ وفا میں

فرشتوں سے مل کر اڑو تم ہوا میں
مہک جائے خوشبوئے ایماں فضا میں

ہوا کیا کہ دشمن ہے ابلیس پیارہ
خدا نے نوازا ہے ہر دو سرا میں

ہے قرآن میں جو سرور اور لذت
نہ ہے مثنوی میں نہ بانگِ درا میں

محبت رہے زندہ تیرے ہی دم سے
تو مشہورِ عالم ہو مہر و وفا میں

خدا کی نظر میں رہے تو ہمیشہ
ہو مشغول دل تیرا ذکرِ خدا میں

تجھے غیر کے غم میں مرنے کی عادت
مہارت ہے غیروں کو جور و جفا میں

مساواتِ اسلام قائم کرو تم
رہے فرق باقی نہ شاہ و گدا میں

——— : "کلامِ محمود"

میرے ربّ

از حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم
(رضی اللہ تعالیٰ عنہا)

مولا سمومِ غم کے تھپیڑے سے پتہ اپنا!!
اب انتظامِ دفعِ بلیّات چاہیئے

جھلسے گئے ہیں سینہ و دل جاں بلب ہیں ہم
جھڑیاں کرم کی فضل کی برسات چاہیئے

مانا کہ بے عمل ہیں نہیں قابلِ نظر
ہیں خانہ زاد پھر بھی مراعات چاہیئے

پل مارنے کی دیر ہے حاجت روائی میں
بس التفاتِ قاضیٔ حاجات چاہیئے

اتنا نہ کھینچ کر رشتۂ امید ٹوٹ جائے
بگڑے نہ جس سے بات وہی بات چاہیئے

——— "دُرِّ عدن"

حاصلِ مطالعہ

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج

از جناب شیخ عبدالقادر محقق لاہور

برطانیہ میں موازنۂ مذاہب کے اساتذہ کے لئے ایک تعلیمی ادارہ Blond Educational کی طرف سے ایک "راہبر کتاب" شائع ہوئی ہے جس میں ماہرین فن نے مختلف موضوعات پر اظہارِ خیال کیا ہے کتاب کا نام ہے "RELIGIOUS STUDIES" اس کے ایڈیٹر John Tooke برطانیہ کے ایک ادارہ کالج آف ایجوکیشن میں شعبۂ تعلیم دینیہ کے ہیڈ ہیں۔ اس کتاب کا بارھواں مقالہ "تاریخ" پر ہے مقالہ نویس Paul Norris نے زیادہ تر عیسائیت اور اس کے بانی کی تعلیمات پر ایک طائرانہ نظر ڈالی ہے۔

صلیب کے بعد جب حضرت مسیح علیہ السلام کو ایک کشادہ مغارے میں رکھا گیا تو تیسرے دن یہ قبر خالی پائی گئی۔ مقالہ نویس لکھتا ہے کہ ساری ممکنہ توجیہات، طالب علموں کے ذہن نشین کرائیے۔ ہر تنقیح طلب امر پر بحث ہو اس طرح تاریخی مواد پر ناقدانہ نظر ڈالی جائے۔

(۱)

پہلی امکانی صورت یہ ہے کہ یسوع کو جس قبر میں رکھا گیا اس سے وہ نکلے نہیں۔ بعض عقیدت مند عورتوں نے قبر کو خالی پایا تو وہ کوئی اور قبر تھی جسے غلطی سے قبرِ مسیح سمجھ بیٹھیں۔ اس نظریہ کی رُو سے قبر سے نکلنے کے بعد یسوع کا شاگردوں کو نظر آنا محض سراب نظر تھا۔

(۲)

دوسرا نظریہ یہ ہے کہ قبر سے لازماً بدن کو منتقل کیا گیا۔ ورنہ یروشلم کے کاہن اصل قبر کی نشاندہی کر کے "مر کر زندہ ہونے کے ادّعا" کو باطل قرار دے سکتے تھے۔ کتاب اعمال میں ہے کہ شاگردوں نے عام تبلیغ شروع کر دی تھی کہ یسوع زندہ ہو گئے ہیں۔

(۳)

ایک امکان یہ بھی ہے کہ شاگردوں نے لاش کو چرا کر کسی اور جگہ دفن کر دیا۔ اور یہ مشہور کر دیا کہ

"یسوع مسیح مر کر زندہ ہو گئے ہیں"

(۴)

آخری امکان یہ ہے کہ مسیح کی صلیب پر وفات نہیں ہوئی۔ وہ "زندہ درگور" تھے۔ انھیں قبر سے نکال لیا گیا۔ اس طرح وہ صلیبی موت سے بچ گئے۔ اندریں صورت شاگردوں سے ملاقاتیں حقیقی تھیں۔ ایک مفروضہ کے ساتھ دوسرا جوڑیئے۔ شاگرد صحیح کہتے تھے کہ یسوع زندہ ہو کر انھیں نظر آئے ہیں۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو کتاب ہذا صفحہ ۲۱۷، ۲۱۸)

اس مقالہ میں "اعمال الرسل" پر بھی ایک مختصر نوٹ ملاحظہ ہو:-

"زیادہ تر سکالرز تسلیم کرتے ہیں کہ عہد جدید کے اس نوشتے کے جستہ جستہ مقامات ابتدائی عیسائیوں کی تعلیمات کے آئینہ دار ہیں۔ (کچھ حصے بعد کا اضافہ ہیں) مثلاً ابتدائی حصے اعمال ۲/۲۲-۲۴، ۳/۱۳-۲۶، ۴/۸-۱۲، ۴/۲۷-۳۰۔ ان حصوں میں یسوع کو خدا کا نبی" اور اس کا عبد کہا گیا ہے اس کے لئے کسی الوہی لقب کا ذکر نہیں۔"

"In them Jesus is not given any divine title but is spoken of as "A PROPHET"
and "SERVANT OF GOD"

(P. 217.)

اس مختصر نوٹ سے ظاہر ہے کہ پوماً فیوماً قرآنی مسیح کا حقیقی پیکر آثار سے اُبھر رہا ہے۔ انجیل کا وہی حصہ اصلی ثابت ہوگا جو کہ قرآن حکیم کے مطابق ہے۔ قرآن نے حضرت مسیح کو ایک عبد اور رسول کہا ہے اور صلیبی موت کی پرزور تردید کی ہے اور مشابہ بموت حالات سے اشتباہ پیدا ہونے کی تصریح۔ یہی حقائق اب احبارِ یورپ کے پیشِ نظر ہیں۔

○

(دوسری قسط)

سیرت و سوانح

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کی

حیاتِ طیبہ کا مختصر خاکہ

جنابِ محمود مجیب اصغر انجینئر بلدھل۔ سرگودھا

۱۸۸۶ء میں آپ نے ہوشیارپور میں چلہ کشی، کی جہاں خدا تعالیٰ نے آپ کو نو سالوں کے اندر اندر ایک عظیم الشان بیٹے کی پیدائش کی بشارت دی جو آپ کے سلسلے کی خاص تائید و نصرت کا موجب بننے والا تھا۔ آپ نے یہ پیشگوئی ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کو شائع فرمائی۔

۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی پیدائش کے ساتھ پیشگوئی مصلح موعود پوری ہوئی۔ پسر موعود کی پیدائش کے ساتھ ہی جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۲ر جنوری ۱۸۸۹ء کو ہی آپ نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں بیعت کی دس شرائط درج کیں اور لوگوں کو اپنے ہاتھ پر اسلام کی خدمت کے لئے اکٹھے ہونے کو کہا۔

۲۳ر مارچ ۱۸۸۹ء کو لدھیانہ میں حضرت صوفی احمد جان کے مکان پر سلسلۂ بیعت کا آغاز ہوا سب سے پہلی بیعت حکیم الامت الحاج حافظ مولانا نورالدین بھیروی رضی اللہ عنہ نے کی اور حضرت مولانا کے بعد چالیس نفوس کے لگ بھگ دوسرے اصحاب نے بیعت کی اور اس طرح جماعت احمدیہ کا آغاز ہوا۔

۱۸۹۰ء کے آخر میں اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر آپ نے اعلان کیا کہ حضرت مسیح ناصری علیہ السلام باقی انبیاء کی طرح وفات پاگئے ہیں۔ نیز اسلام کے تنزل کے وقت جس مسیح ابن مریم اور مہدی کے آنے کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی وہ آپ ہیں۔ آپ نے مثیلِ مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ کیا۔ چند

سعید روحیں آپؑ کے سلسلہ میں شامل ہو گئیں۔ اکثر آپؑ کے دشمن ہو گئے۔ مسلمان مولوی، عیسائی اور ہندو مت نے مل کر آپؑ کے مشن کو تباہ کرنا چاہا۔ مولویوں نے آپ پر اور آپؑ کی جماعت پر کفر کے فتوے لگائے اور ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک مخالفت کی آگ پھیل گئی۔ وفاتِ مسیحؑ کے موضوع پر آپ کے مسلمان علماء کے ساتھ مباحثے ہوئے ان میں سے زیادہ مشہور علماء یہ تھے:۔ مولوی محمد حسین بٹالوی، سید نذیر حسین دہلوی، مولوی محمد بشیر بھوپالی، مولوی عبد الحکیم کلانوری اس کے علاوہ عیسائیوں کے ساتھ بھی آپ کے مباحثے شروع ہو گئے۔

● ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء میں جماعت احمدیہ کا پہلا سالانہ جلسہ مسجد اقصیٰ قادیان میں ہوا جس میں پچھتر نفوس نے شرکت کی۔

● ۱۸۹۳ء میں آپؑ نے ملکہ وکٹوریہ کو ایک خط کے ذریعہ دعوتِ اسلام دی۔ اسی سال آپ نے مشہور پادری عبد اللہ آتھم کے ساتھ تحریری مباحثہ کیا۔ جو امرتسر میں ۲۲ مئی سے ۵ جون تک ہوتا رہا۔ کارروائی کو بعد میں کتابی شکل دی گئی جس کا عنوان "جنگِ مقدس" رکھا گیا۔ مباحثے کے دوران آپؑ کی صداقت سے متأثر ہو کر کئی لوگ جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ اسی سال آپؑ نے دشمنِ اسلام پنڈت لیکھرام پشاوری کے چھ سال کے اندر عید سے ملحقہ دن ہلاک ہونے کی پیشگوئی شائع فرمائی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک رات میں عربی کے چالیس ہزار مادے سکھائے اور آپؑ کو عربی پر پورا عبور حاصل ہو گیا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے یہ بھی خبر دی کہ عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے اور تمام زبانیں عربی سے نکلی ہیں۔ اس کے متعلق آپؑ نے ایک کتاب "منن الرحمان" تصنیف فرمائی کچھ علماء نے آپؑ کی عربی دانی پر اعتراض کیا۔ آپ نے اسی سال تمام علماء کو عربی کے مقابلے کا چیلنج دیا لیکن کسی کو بھی مقابلے پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔

۱۸۹۴ء میں حدیث دار قطنی کی عظیم الشان پیشگوئی پوری ہوئی جس میں کہا گیا تھا کہ امام مہدی کے زمانے میں ماہ رمضان میں چاند گرہن اور سورج گرہن معیّنہ تاریخوں میں لگیں گے چنانچہ ۱۳ر رمضان کو چاند گرہن اور ۲۸ر رمضان کو سورج گرہن لگا۔

اس سال پادریوں کی ایک عالمی کانفرنس لندن میں منعقد ہوئی جس میں تحریکِ احمدیت کے ذریعہ فلاح و تبلیغ اسلام کی غیر معمولی کامیابیوں اور روشن مستقبل پر اظہار تشویش کیا گیا۔ (باقی آئندہ)

خدام الاحمدیہ کے سالانہ مرکزی امتحانات

امسال خدام الاحمدیہ کے مرکزی امتحانات ۳ر جون اور ۵ر جون کو منعقد ہو رہے ہیں۔ خدام اس کے لئے مکمل تیاری کریں۔

نیز قائدین کرام سے درخواست ہے کہ پرچوں کی تعداد سے مطلع فرمائیں تاکہ مطلوبہ تعداد میں پرچے بھجوائے جا سکیں۔ جزاکم اللہ!

(مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ)

یادوں کے زخم

"رفتید ولے نہ از دلِ ما"

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جناب سید سجاد احمد دارالرحمت شرقی ربوہ

موت ایک اٹل حقیقت ہے اور اس سے کسی کو مفر نہیں ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے ؎

"بدنیا گر کسے پائندہ بودے
ابوالقاسم محمدؐ زندہ بودے"

اگر دنیا میں کوئی شخص ہمیشہ رہنے کے قابل ہوتا تو وہ آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی ذات ستودہ صفات تھی اور آپ کا وجود مبارک بدرجۂ اولیٰ اس امر کا مستحق تھا کہ آپ دنیا میں سدا رہتے لیکن چونکہ یہ دنیا فانی ناپائیدار اور عارضی ہے اس لئے مشیّتِ الٰہی کے تحت ہر متنفس کو ایک دن اس عالمِ فانی سے منہ موڑ کر عالمِ جاودانی کی طرف لوٹنا ہوتا ہے۔ جب تک ایک انسان زندہ ہوتا ہے ہر ممکن تدابیر اس کی صحت و عافیت اور آرام و آسائش کے لئے کی جاتی ہیں۔ دعا اور دوا کے ذریعہ حتی المقدور یہ کوشش کی جاتی ہے کہ وہ صحت یاب ہو جائے۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کی تقدیر یہ ہو کہ اس کی زندگی کے دن پورے ہو گئے ہیں تو ایک مومن کی شان یہ ہے کہ وہ رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا کہتے ہوئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھے۔

رنج و غم ایک طبعی تقاضا ہے اپنے پیاروں کی وفات پر دل امڈ آتا ہے۔ آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں اور انسان صبر و ضبط کے باوجود جذبات کی شدت سے مغلوب ہو کر رہ جاتا ہے اور بعض اوقات بقول مصلح مرحوم زبان سے یوں بھی نکل جاتا ہے ؎

"جذبۂ صبر و تحمل تھا کہ خوفِ معصیت
سینکڑوں شکوے زباں تک آتے آتے رہ گئے"

لیکن مومن کی یہ شان ہے کہ وہ کسی صورت میں مایوس نہیں ہوتا۔ ہمارے پیارے آقا سیدنا محمد مصطفےٰ صلی

اللہ علیہ وسلم کا لختِ جگر وفات پا گیا۔ آپ کی آنکھیں
اشکبار ہو گئیں۔ صحابہؓ نے عرض کیا: "حضورؐ رو رہے ہیں"
حضورؐ نے فرمایا:۔

"ان العین تدمع والقلب
یحزن ولا نقول الا ما
یرضی ربنا"

یعنی بے شک آنکھ اشکبار ہے اور دل ملول و حزین ہے مگر اس حال
میں بھی ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو۔

سو غم ایک طبعی تقاضا ہے جو انسان کے ساتھ لگا
رہتا ہے۔ اس سے کسی طور مفر نہیں ہے لیکن خدا تعالیٰ
کی مشیئت کے خلاف کوئی ایک لفظ بھی منہ سے نکالنا
اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب ہے ع

"کہ یہ شیوہ نہیں اہل رضا کا"

اللہ تعالیٰ کا شکوہ ایک لحظہ کے لئے بھی مومن کے
دل میں پیدا نہیں ہوتا۔

اسی طبعی تقاضا کے تحت آج ہمارے دل مغموم
ہیں اور آنکھیں اشکبار کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی
دخترِ نیک اختر حضرت مصلح موعودؓ کی قابلِ فخر بہن
حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
کی پھوپھی اور خوش دامن حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم
آج ہم میں موجود نہیں۔ آپ کا وجود ایک نادر وجود
تھا کہ آپ نہ صرف حضرت مسیح الزمان علیہ السلام کی
صاحبزادی ہی تھیں بلکہ مبشر زادیوں سے تھیں اور
آپ کا وجود نہایت خیر و برکت اور اللہ تعالیٰ کے فضل و
کرم کو جذب کرنے والا تھا۔ بچپن سے ہی خدا تعالیٰ
نے اپنے خاص فضل سے آپ کو سچے رؤیا اور کشوف
کا وارث بنایا۔ آپ کی ولادت سے قبل مسیح پاکؑ کو
بذریعہ الہام یہ خوشخبری دی کہ:۔

"تُنَشَّأُ فِی الْحِلْیَۃِ"

کہ یہ لڑکی زیورات میں نشوونما پائے گی۔ اور اس کی تفہیم
یہ ہوئی کہ نہ تو یہ لڑکی چھوٹی عمر میں فوت ہوگی نہ تنگی کا
زمانہ دیکھے گی۔ ایک اور الہام میں آپ کو "نواب مبارکہ بیگم"
کا خطاب مرحمت ہوا۔ آپ کی پیدائش ۲ مارچ ۱۸۹۷ء
بمطابق ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۱۴ھ کی ہے۔ مسیح پاکؑ
کی وفات (۲۶ مئی ۱۹۰۸ء) کے وقت آپ کی عمر کم و بیش
گیارہ سال بنتی ہے لیکن کم سنی کے باوصف آپ کا
حافظہ بلا کا تھا اور غیر معمولی قوتِ یادداشت کی مالک
تھیں۔ حضورؑ کے بابرکت زمانہ سے متعلق بہت سی روایات
اور واقعات آپ کے ذہن میں محفوظ تھے اور وقتاً فوقتاً
ایسے ایمان افروز واقعات احاطۂ تحریر میں لا کر جماعت
کو مستفید فرماتی رہتی تھیں۔

آپ کی شفقت و رأفت ہر ایک کے لئے تھی
آپ سب کی ہمدرد اور غم گسار تھیں۔ خاندانِ مسیح موعودؑ کے
کسی فرد کی ذرا سی تکلیف پر بے چین ہو جاتیں۔ اسی طرح
جماعت کے ہر فرد کا آپ کو احساس رہتا تھا۔ حتیٰ کہ
اپنے کسی ملازم کی تکلیف بھی برداشت نہ کرتیں۔ اپنے
ملازموں کا ہر طرح خیال رکھتیں۔ ان کی خوشی اور غم میں
برابر کی شریک رہتیں۔ میں نے آپ کی وفات پر آپ کے
ملازموں کو زار و قطار روتے دیکھا ہے۔ ان میں وہ ملازم
بھی تھے جن کا جماعت سے تعلق نہیں مگر انہوں نے

ساری زندگی آپ کی خدمت میں گزاری اور ہمیشہ مورد
لطف و کرم رہے نہ صرف افرادِ خاندان بلکہ جماعت کے
ہر فرد نے اپنے اپنے رنگ میں اس شفیق وجود کی وفات کا
گہرا صدمہ محسوس کیا۔ اور بقول کسے ؎

ہر دل میں نیشِ درد ہے یاد کسی کی
ملتی نہیں خبر یاد سے فریاد کسی کی

حقیقت یہ ہے کہ آپ ایسے نابغۂ روزگار
وجود روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ مسیح پاک کی دختر
نیک اختر سیدہ نواب مبارکہ بیگم ہم سے ہمیشہ ہمیش
کے لئے رخصت ہو گئیں اور ہم ان کے دردمند اور حساس
دل سے نکلنے والی دعاؤں سے محروم ہو کر رہ گئے۔ اور
ان کے بے پایاں فیض سے محروم ہو گئے۔ ہمارے دل
فگار ہیں۔ لبوں پر آہ ہے اور آنکھیں اشکبار ہیں کیونکہ
ایک ایسا قیمتی وجود ہم میں نہیں رہا ہے جو ہمارے ٹوٹے
ہوئے دلوں کی ڈھارس اور غم و اندوہ میں ہماری اشک
شوئی کرنے والا تھا۔ جو اپنی نیم شبانہ دعاؤں سے ہمیں
مستفید کیا کرتا تھا۔ جس کا دل ہر ایک کے لئے دھڑکتا تھا۔
آپ کی ایک نظم "پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار"
زبان زدِ خاص و عام ہے۔ یہ آپ کی ایک شاہکار نظم
ہے جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی مدحت میں آپ
کی رحمتِ عام، اسلام کی پاکیزہ تعلیم، خالق و مخلوق کے
حقوق کی تشریح و توضیح پر مشتمل جذبات کی عکاس ہے
اس نظم کا تیسرا بند رحمۃ للعالمینؐ کے عورت کی ہستی
پر گراں بار احسان کی یاددہانی کے لئے ہے۔ اور یہ ساری
نظم عجیب کیف آور ہے۔ اس نظم کے دو تین شعر یہ ہیں:-

؎ "رکھ پیش نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دنیا میں تو آتی تھی"

آخری شعر:- ؎

"وہ رحمتِ عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انساں کہلاتی ہے سب حق تیرا دلواتا ہے
بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار
پاک محمد مصطفےٰ نبیوں کا سردار"

(صلّ علیٰ محمدؐ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے موقع
پر جماعت کے جذبات اور خصوصاً حضرت مصلح موعود رضی
اللہ تعالیٰ عنہ کے جذبات کی عکاسی کرتے ہوئے آپ نے
ایک معرکۃ الآرا اور دل گداز نظم ۱۹۵۶ء میں کہی۔ جس کا
کا پہلا شعر ہے:- ؎

"یاد ہے چھبیس ۲۶ مئی سن آٹھ ۸ خیر المومنین
وہ غروبِ شمس وقتِ صبح محشر آفریں"

۱۹۲۴ء میں حضرت مصلح موعودؓ عازم یورپ
ہوئے اور وہاں ایک نظم "یاد قادیان" حضورؓ نے کہی
جس کا ایک شعر یہ تھا:- ؎

"جب کبھی تم کو ملے موقع دعائے خاص کا
یاد کر لینا ہمیں اہلِ وفائے قادیاں"

اس کے جواب میں حضرت سیدہ مرحومہؓ نے ۴۴ اشعار
پر مشتمل ایک نظم اسی قافیہ و ردیف میں کہی جو عجیب
جذبات قلبی کی آئینہ دار تھی۔ اس نظم کا پہلا شعر یہ تھا:-

"سیدا ہے آپ کو شوقِ لقائے قادیاں
ہجر میں خوں بار ہیں یاں چشم ہائے قادیاں"

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر یورپ سے واپس
تشریف لائے تو اس موقع پر آپ کی اس عظیم ہمشیرہ نے ایک
استقبالیہ نظم "صبحِ مسرت" کے ذریعہ نہ صرف اپنے بلکہ تمام
جماعت کے جذباتِ قلبی کا اظہار کیا۔ ؎

"آج ہر ذرہ میں پُر طور نظر آتا ہے
جس طرف دیکھو وہی نور نظر آتا ہے
کس کے محبوب کی آمد ہے کہ ہر خورد و کلاں
نشۂ عشق میں مخمور نظر آتا ہے
للہ الحمد شنیدم کہ آں می آید
سوئے گلشن چہ عجب سرو رواں می آید"

حضرت سیدہ موصوفہ رضی کا سارا منظوم کلام ایک عجیب
وارداتِ قلبی، انتہائی پاکیزہ جذبات اور منزہ خیالات
و احساسات کا حامل ہے۔ دینی اصلاحی، معاشرتی اور
اخلاقی نظمیں خلوص جذبات کے علاوہ فنی پختگی اور منفرد
اسلوب کی حامل ہیں۔

آپ کی سیرت و کردار سے متعلق بہت سے ایمان
افروز واقعات اخبارات و رسائل اور کتب میں موجود ہیں
اور نصف صدی کا گزشتہ سارا عرصہ آپ کے اخلاقِ عالیہ
نیکی، تقویٰ اور خدا رسیدگی کا مظہر ہے اور آپ کی زندگی
کا ہر دن اس امر کا شاہد ناطق ہے کہ آپ کی زندگی اپنے
مقدس والدؑ کے رنگ میں پوری طرح رنگین تھی۔ ایک دفعہ
آپ نے تحریر فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا الہام "اِنّی
مُهِينٌ مَن اَرادَ اِهانتك" مخالفوں کے لئے تو ہے
ہی لیکن وہ احمدی جو صحیح معنوں میں احمدیت کی تعلیم پر عمل
پیرا نہیں۔ مخالف تو مخالفت کرے گا ہی لیکن اگر ماننے
والا اس تعلیم پر عمل پیرا نہ ہو جو احمدیت کا تقاضا ہے تو
ایسے احمدی گویا عملاً اہانت کے مرتکب ہوتے ہیں ——
والعیاذ باللہ۔

حضرت سیدہ مرحومہ رضی کی ذات ستودہ صفات قابلِ
فخر ہے۔ آپ کی زندگی کے کسی پہلو پر بھی نظر ڈالی جائے۔
روشنی ہی روشنی نظر آئے گی۔

حضرت سیدہ مرحومہ رضی کا ایک واقعہ حضرت خلیفۃ
المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا تھا کہ ایک دفعہ
صغر سنی میں حضرت سیدہ مرحومہ رضی بیرونی صحن میں کھڑی
کوئی چیز کھا رہی تھیں کہ ایک چیل یا کوا جھپٹا مار کر وہ چیز
لے اڑا۔ آپ نے اکثر دیکھا ہوگا کہ ایسے موقعوں پر عام
طور پر بچے یا تو رونا چلانا شروع کر دیتے ہیں یا اپنے بڑوں
کے پاس جا کر شکایت کرتے ہیں لیکن یہاں ایسا نہیں ہوا۔
بلکہ جونہی اس پرندے نے جھپٹا مار کر وہ چیز اچکی۔ حضرت
سیدہ مرحومہ فوراً بیت الدعا کی جانب بھاگ کر چلی گئیں
اور وہاں دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگیں
کہ "اے خدا میری چیز مجھے مل جائے!"

اللہ اللہ! کیا جذبۂ عشق و محبت ہے کہ ایک
معصوم بچی کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت اس درجہ جاگزیں
ہے کہ وہ ایک معمولی سے معمولی چیز کے لئے بھی بے اختیار
اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر جا گرتی ہے۔ سچ ہے ؎

"عشق کی چوٹ تو پڑتی ہے دلوں پر یکساں
ظرف کے فرق سے آواز بدل جاتی ہے"

مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی ہے یہی وہ ذی نورات میں نشوونما پانے والی صاحبزادی تھی جو حضرت اماں جان رضی کی مقدس و بابرکت آغوش میں پلی بڑھی، وہ جو حضرت مصلح موعود رضی کی قابلِ افتخار ہمشیرہ مبارکہ تھیں اور عمر بھر آپ کی دمساز رہیں۔ وہ جو حضرت قمر الانبیاء رضی کی ماں جائی تھیں۔ ہاں وہی قمر الانبیاء رضی جن کی وفات پر سیدہ مرحومہ رضی نے اپنے قلبی جذبات کا اظہار یوں کیا تھا۔ "پیارے منجھلے بھائی ہم سے ہمیشہ کے لئے بچھڑ گئے"۔ وہ جو حضرت مرزا شریف احمد رضی کی خواہر تھیں۔ جن کے انتقال پر مرحومہ نے :-

"پیدا ہو باپ جہاں میں تو بھائی ہو"

والا الم انگیز مضمون رقم فرمایا تھا۔ یہی وہ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم مرحومہ و مغفورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں جو اپنی ہمشیرہ صغیرہ دختِ کرام حضرت سیدہ امۃ الحفیظ بیگم اطال اللہ تعالیٰ عمرہا کے لئے بمنزلہ ماں کے تھیں اور ہر وقت ان کو یہ فکر رہتا تھا کہ حفیظ کا اللہ تعالیٰ ہر آن حافظ و ناصر ہو۔ ہاں یہ وہی ہماری بڑی بیگم صاحبہ مرحومہ ہی تو تھیں جو ہر ایک کے لئے مضطرب رہتیں۔ ذرا دروازہ کھڑکتا تو چونک اٹھتیں کہ خدایا خیر ہو۔ ہر وقت یہی دعا مانگتیں ؏

"خیر ہی خیر ہو خیر کی راہیں کھل جائیں"

کوئی آ رہا ہے تو انہیں فکر ہے کہ خیریت سے آئے۔ کوئی جا رہا ہے تو فکر ہے کہ خیریت سے پہنچے، کسی عزیزہ بچی کی رخصتی ہے تو آپ کو فکر ہے کہ شادی خانہ آبادی ہو کوئی عزیز فوت ہو گیا ہے تو آپ کا دل پگھل رہا ہے۔ بیمار ہے تو اس کی صحت یابی کے لئے دعا گو ہیں۔ [illegible]

درخواست ہائے دعا کر رہی ہیں۔ ؎

"تجھ کو تیرا ہی واسطہ پیارے
میرے پیارے کو دے شفا پیارے"

؎ "مالک ہے تو چاہے تو مُردوں کو جلا دے
استاد مطلق میرے پیاروں کو شفا دے"

ہمارے پیارے امام ایدہ اللہ تعالیٰ قبل از خلافت تعلیم کے لئے باہر گئے تو پھٹتے ہوئے دل کے ساتھ خدا کے حضور سراپا دعا ہیں کہ خدا حافظ و ناصر ہو ؎

"جاتے ہو مری جان خدا حافظ و ناصر
اللہ نگہبان، خدا حافظ و ناصر"

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ کی خلافت کی خلعت سے سرفرازی پر دعائیں مانگ رہی ہیں۔ جماعت کو خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین فرما رہی ہیں غرضیکہ آپ کا وجود سراپا دعا مجسمہ شفقت و خلوص و محبت تھا خود فرماتی ہیں ؎

"کیا التجا کروں کہ مجسم دعا ہوں میں
سرمایہ یا سوال ہوں سائل نہیں ہوں میں"

اے ہمارے پیارے خدا اپنے مسیح پاک کی اس لاڈلی کو جو عمر بھر ناز و نعم میں پلنے کے باوجود تیرے آستان پر سجدہ ریز رہی اور جس نے ہم سب کے لئے ان گنت دعائیں کیں۔ جو جماعت کی محسنہ تھیں اپنی رضا کی جنت عطا فرما! اور ہم سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھیو۔ ان کی یاد ہمارے لئے حرزِ جان ہے اور ہم سب ان کے بغیر افسردہ و ملول تو ہیں لیکن راضی برضا ہیں۔

وہ جو اپنی ساری زندگی دوسروں کے لئے

ہمیں آج اپنے پیاروں کو چھوڑ کر راہئ ملکِ بقا ہو گئیں۔
غالب کے الفاظ میں یہ پوچھنے کو جی چاہتا ہے ؎

"اے رہ نوردِ عالمِ بالا چگونہ ای
مائیم تو دور ہمیم تو بے ما چگونہ ای"

کہ اے عالمِ بالا کو جانے والے تو کس طرح سے ہے ہم تو تیری جدائی میں مغموم و ملول ہیں لیکن آپ ہمارے بغیر کیسے ہیں ؟

لیکن رہ نوردانِ عالم بالا تو خوش و خرم، کامیاب و کامران۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی جنت کی طرف محوِ خرام ہیں اور اللہ تعالیٰ کی یہ مسحور کن ندا ان کے لئے سامعہ نواز ہے کہ:۔
"فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ !"

○

ماہ جون میں خدام کے مطالعہ کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "الوصیۃ" مقرر ہے۔ ذیل میں اس کتاب کا خلاصہ ہدیۂ قارئین ہے۔

(مرزا محمد الدین ناز مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

"الوصیّت"

رسالہ "الوصیت" پہلی دفعہ ۲۴ر دسمبر ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا۔ اس میں بنیادی طور پر حضور نے الٰہی منشاء کے مطابق اشاعتِ اسلام کے لئے عظیم الشان نظامِ وصیت کا اعلان فرمایا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتاب کے آغاز میں ان دو الہام الٰہی سے استدلال فرماتے ہوئے اپنا زمانۂ وفات قریب قرار دیا:—

(۱) "قَرُبَ اَجَلُکَ الْمُقَدَّرُ وَلَا نُبْقِیْ لَکَ مِنَ الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا...... جَاءَ وَقْتُکَ لَا نُبْقِیْ لَکَ الْاٰیَاتِ بَیِّنَاتٍ۔ قَرُبَ مَا تُوْعَدُوْنَ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ"

ترجمہ: تیری اجل قریب آگئی ہے اور ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام تک نہیں چھوڑیں گے جن کا ذکر تیری رسوائی کا موجب ہو...... تیرا وقت آگیا ہے اور ہم کھلے کھلے نشان تیری تصدیق کے لئے ہمیشہ موجود رکھیں گے۔ جو وعدہ کیا گیا وہ قریب ہے۔

(۲) "بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں اس دن سب پر اداسی چھا جائے گی۔ یہ ہوگا، یہ ہوگا، یہ ہوگا۔ اور بعد اس کے تمہارا واقعہ ہوگا۔ تمام حوادث اور عجائباتِ قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔ جو موت کے بارہ میں ہے"

نیز یہ پیشگوئی بیان فرمائی کہ:—

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ میں تجھے اس قدر برکت دوں گا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے"

حضور علیہ السلام نے ایک سخت زلزلہ کی خبر
دی اور فرمایا کہ راستباز اور تقویٰ شعار اس سے امن
میں ہیں اسی طرح کئی حوادث ظاہر ہوں گے اور کئی
آفتیں زمین پر اتریں گی کچھ تو ان میں سے میری زندگی
میں ظہور میں آ جائیں گی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئیں گی
اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دے گا کچھ میرے ہاتھ
سے اور کچھ میرے بعد۔ اور یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے
کہ وہ اپنے انبیاء کی مدد کرتا اور غلبہ دیتا ہے۔ غلبہ سے
مراد راستبازی کی تخم ریزی ہے۔ جو خدا کی پہلی قدرت
ہے اور پھر انبیاء کی وفات پر دشمنوں کی شر انگیزی اور
عارضی قیامت سے جماعت مومنین کو خدا تعالیٰ اپنے
وعدہ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ
لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ
أَمْنًا (کہ وہ جس دین کو ان کے لئے پسند کرتا ہے
تمکنت عطا فرماتا ہے اور ان کے خوف کو امن میں تبدیل
کر دیتا ہے) کے موافق ایک ہاتھ پر اٹھا کر کے دوسری
قدرت کا نمونہ دکھاتا ہے جیسے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کی وفات کے نازک وقت پر حضرت ابوبکر صدیق رضی
اور حضرت موسیٰ کے بعد یوشع بن نون قدرت ثانیہ
کے مظہر بنے۔

حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے
سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ
دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں
کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے
دکھلا دے سو اب ممکن نہیں ہے کہ
خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر
دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات
سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی
غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان
نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری
قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور
اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے
کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ
قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور
وہ دوسری قدرت نہیں آ سکتی جب
تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں
گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو
تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ
تمہارے ساتھ رہے گی۔"

پھر اس نازک دور میں اپنی جماعت کو بیش قیمت نصائح
فرمائیں اور خدا کی طرف سے جماعت کو یہ اطلاع دی کہ جو لوگ ایمان
لائے۔ ایسا ایمان جو اس کے ساتھ دنیا کی ملونی نہیں
اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہیں اور وہ
ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہیں۔ ایسے لوگ
خدا کے پسندیدہ لوگ ہیں اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہیں
جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔ وہ خدا کے ہاتھ کا ایک
بیج ہے جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج
بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں
نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک

وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے
جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی
وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ
سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ اس کی تمام صفات
ازلی ابدی ہیں وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر
ہے تمام محامد حقہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیوں کا
اور جامع ہے تمام طاقتوں کا اور مبدء ہے تمام فیضوں
کا اور مرجع ہے ہر شئ کا اور مالک ہے ہر ایک ملک کا
اور متصف ہے ہر ایک کمال سے اور منزہ ہے ہر ایک
عیب اور ضعف سے۔ نادان ہے جو اس کی قدرتوں کا
انکار کرے لیکن اس تک پہنچنے کے لئے تمام دروازے
بند ہیں۔ مگر ایک دروازہ جو فرقان مجید نے کھولا ہے
اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو
خدا تک پہنچاتی ہیں۔ اسی کے اندر ہیں نہ اس کے بعد
کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے ایسی سچائی
تھی جو اس میں موجود نہیں۔ اس لئے اس نبوت پر تمام
نبوتوں کا خاتمہ ہے۔ یہ نبوت محمدیہ ذاتی فیض رسانی
سے قاصر نہیں بلکہ سب نبوتوں سے زیادہ اس میں
فیض ہے۔ اس کا کامل پیرو صرف نبی نہیں کہلا سکتا۔
کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اس میں ہتک ہے۔
ہاں امتی اور نبی دونوں لفظ اجتماعی حالت میں اس
پر صادق آسکتے ہیں کیونکہ اس میں نبوت تامہ کاملہ محمدیہ
کی ہتک نہیں بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے
زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے اسی لئے یہ دعا سکھلائی گئی
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ
الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔ یہی معنی اس فقرہ
کے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعودؑ
کے حق میں فرمایا کہ "نبی اللہ و امامکم منکم"
یعنی وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی ہے۔ اس مقام پر حضرت
عیسیٰ فائز نہیں ہو سکتے بلکہ آیت قرآنی فَلَمَّا
تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ
ان کی وفات پر شاہد ہے۔

آپ نے فرمایا:۔

"میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ خدا
کے نشان ابھی ختم نہیں ہوئے۔ پہلا
زلزلہ جو ۴؍اپریل ۱۹۰۵ء میں ظہور
میں آیا۔ الہام الٰہی "پھر بہار آئی
خدا کی بات پھر پوری ہوئی" کے تحت
دوسرا زلزلہ بھی بہار ہی میں آئے گا۔
اور وہ زلزلہ قیامت کا نمونہ ہوگا۔ اسی طرح
الہام اِنّی مع الافواج آتیک
بغتۃً (یعنی میں پوشیدہ طور پر
فوجوں کے ساتھ آؤں گا) اور الہام
"زندگیوں کا خاتمہ" سے قوم لوطؑ کی
مثل تباہی کی طرف اشارہ ہے۔"

پھر حضورؑ نے ایک رؤیا کا ذکر فرمایا کہ:۔

"ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین
کو ناپ رہا ہے۔ تب ایک مقام پر
اس نے پہنچ کر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر
کی جگہ ہے پھر ایک جگہ مجھے ایک

قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اس کی تمام مٹی چاندی کی تھی۔ تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اس کا نام "بہشتی مقبرہ" رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں۔ تب سے ہمیشہ مجھے یہ فکر رہی کہ جماعت کے لئے ایک قطعہ زمین قبرستان کی غرض سے خریدا جائے۔ اس لئے میں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جس کی قیمت ہزار روپے سے کم نہیں اس کام کے لئے تجویز کی اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس میں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاک دل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا۔ اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی۔"

پھر فرمایا:-

چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں۔ اس لئے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگا دیئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں۔ سو وہ تین شرطیں ہیں:-

(۱) موجودہ زمین سے کچھ مزید زمین کی خرید اور بہشتی مقبرہ کے خوشنما کرنے کے لئے تین ہزار روپیہ درکار ہوگا۔ اس لئے ان مصارف کے لئے ہر مدفون پر چندہ واجب ہوگا۔ اور یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نورالدین صاحب کے پاس آنا چاہیئے۔ اور ایسی آمدنی کے لئے ایک انجمن چاہیئے کہ جو روپیہ وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہے۔ اعلاء کلمہ اسلام اور اشاعت توحید میں مناسب رنگ میں خرچ کرے۔

(۲) اور ہر شخص وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیت کرے کہ اس کی موت کے بعد اس کے تمام ترکہ کا دسواں حصہ حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآنی میں خرچ ہوگا۔ اس سے زیادہ وصیت تو کر سکتا ہے لیکن کم نہیں کر سکتا اور یہ رقم بھی انجمن ترقی اسلام میں خرچ کرے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ مدفون متقی اور محرمات سے پرہیز کرنے والا۔ شرک اور بدعت سے کام نہ لینے والا صادق مسلمان ہو۔

(۴) ہر ایک صالح جس کی کوئی جائیداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا۔ اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے۔

(باقی صفحہ ۳۹ پر)

سفرنامہ

کینیڈا کی سیر

جناب حسن محمد خان عارف ۔ ربوہ

ایک فلک بوس عمارت کے سامنے ہماری موٹر رُکی۔ یہ ہمارا گھر تھا۔ موٹر سے نکلے اور دروازے سے گزر کر ایک کمرے میں آئے۔ آگے تین بند دروازے تھے۔ ان کے پاس ہی دیوار میں ایک بٹن لگا ہوا تھا۔ ہمارے بڑے صاحبزادے جاوید نے وہ بٹن دبایا۔ چند لمحے بعد ایک دروازہ خود بخود کھل گیا۔ ہم جلدی سے اندر داخل ہو گئے۔ دروازہ خود بخود بند ہو گیا اب ہم ایک چھوٹے سے کمرے میں بند ہو گئے۔ سامنے جو دیکھا تو اُوپر تلے ایک سے ۱۲ تک گنتی لکھی ہوئی تھی۔ ہر ہندسہ ایک بٹن پر لکھا ہوا تھا۔ جاوید نے ۱۶ نمبر دبا دیا۔ یہ لفٹ تھی۔ اس قسم کی بہترین۔ آٹومیٹک اور بے آواز لفٹ پہلی مرتبہ دیکھی۔ لفٹ تھوڑی دیر کے بعد رُک گئی۔ دروازہ خود بخود کھلا۔ یہ پہلی منزل تھی کچھ لوگ لفٹ میں سوار ہو گئے۔ لفٹ پھر چل پڑی۔ ایک دو منزلوں پر پھر رُکی۔ لوگ سوار ہوئے یہاں تک کہ ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ یہ سولہویں منزل تھی۔ لفٹ سے باہر نکلے یہ نہایت خوب صورت برآمدہ تھا لیکن بالکل بند۔ سورج کی روشنی آنے کی کوئی صورت نہ تھی اس لئے جابجا بجلی کے قمقمے اور خوبصورت گلوب جل رہے تھے۔ برآمدہ خوب روشن تھا۔ فرش پر عمدہ قالین بچھا ہوا تھا۔ دیوار میں ایک جگہ آگ بجھانے والا آلہ لگا ہوا تھا۔ اس کے پاس ہی ایک چھوٹا سا ہینڈل بھی لگا ہوتا ہے اگر ہو اتفاق سے آگ لگ جائے تو فوراً اس ہینڈل کو کھینچ دینے ہی سے ساری عمارت میں گھنٹیاں بجنی شروع ہو جاتی ہیں۔ یہ الارم ہے کہ عمارت میں احتیاطی تدابیر اختیار کر لی جاتی ہیں۔ ان گھنٹیوں کے بجنے کے ساتھ ایسا خود کار انتظام بھی کیا گیا ہے کہ قریبی فائر بریگیڈ کے دفتر میں بھی خود بخود اطلاع ہو جاتی ہے کہ فلاں عمارت میں آگ لگ گئی ہے اور چند منٹ کے اندر اندر فائر بریگیڈ کی لاریاں عمارت کو گھیر لیتی ہیں اور آگ بجھانے کا انتظام ہو جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک عجیب بات قابل ذکر ہے کہ بچوں میں شرارت کا عنصر نمایاں ہوتا ہے۔ خواہ وہ بچے پاکستان کے ہوں یا کینیڈا کے۔ چنانچہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک بچہ برآمدے میں آیا۔ ادھر اُدھر

دیکھا جھپاک سے ہینڈل کھینچا اور بھاگ کے گھر میں گھس گیا۔ گھنٹیاں بجنے لگیں۔ فائر بریگیڈ آ گیا تو پتہ چلا کہ کسی بچے کی شرارت تھی اور فائر بریگیڈ والے مسکراتے ہوئے واپس چلے جاتے ہیں۔ کچھ تنک مزاج ذرا بُرا کر عمارت کے دفتر والوں کو ڈانٹ دیتے ہیں

بچوں کی شرارت کا ایک اور واقعہ بھی یاد آیا

تالے دروازوں میں ہی فٹ ہوتے ہیں۔ باہر سے چابی کے ساتھ اور اندر سے ایک چھوٹا سا ہینڈل گھمانے سے بند ہو جاتے ہیں۔ لیکن میں باہر سے گھر آیا تو چابی لگا کر دروازہ کھولا اور چابیاں دروازے میں باہر ہی لگی رہنے دیں اور اندر آ گیا میں گھر میں اکیلا ہی تھا۔ باقی افراد اپنے اپنے کاموں پر گئے ہوئے تھے۔ اتنے میں ہمارے چینی ہمسایہ کا بچہ آیا اور اس نے جو دیکھا کہ چابی باہر لگی ہوئی ہے تو اسے شرارت سوجھی اور وہ تالا لگا کر چابی لے گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میری بھتیجی بیگم جاوید نے گھر آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں کھولنے گیا تو دروازہ کھلنے کا نام نہ لے۔ مجھے یکایک خیال آیا کہ چابی تو باہر رہ گئی تھی۔ میں نے اسے کہا کہ چابی باہر لگی ہوئی ہے تالہ کھول کر اندر آ جاؤ۔ مگر وہاں چابی ہو تو تالا کھلے۔ اب ہم بھی حیران اور وہ بھی پریشان۔ آخر اس نے سوچا کہ یہ شرارت بچوں کی ہی ہو سکتی ہے۔ وہ جھٹ ہمسایوں کے پاس پہنچیں تو دیکھا آٹھ دس سال کے پانچ سات بچے بیٹھے کانفرنس کر رہے ہیں ان میں چینی بچے بھی تھے۔ افریقین اور پاکستانی بھی۔ اس نے پوچھا "ہماری چابی؟" وہ یک زبان ہو کر بولے "کیسی چابی؟" وہ بولی۔ "دروازے کی چابی جو تم نکال کر لائے ہو۔" تو سب معنی خیز انداز میں مسکرانے لگے۔ ساتھ والے کمرے سے ایک لڑکے کی آواز آئی کہ چابی تو ادھر ہے۔ وہاں جا کر ایک چینی بچے سے اس نے چابی لی تالا کھولا۔ تب وہ بے چاری اندر آ سکی۔ اور میری بھی جان میں جان آئی ورنہ مجھے تو سچی بات ہے پسینے چھوٹ رہے تھے۔

سولہویں منزل پر ہمارے گھر کا نمبر ۱۸ تھا اور پورا نمبر ۱۶۱۸ یعنی سولہویں منزل کا اٹھارھواں گھر۔ ہر منزل پر تیئیس مکان تھے سب سے نچلی منزل میں بلڈنگ کے دفاتر تھے۔ ڈاک کا کمرہ تھا۔ لانڈری تھی۔ اکامن روم تھا اور کچھ گھر بھی تھے۔ غرضیکہ پوری بلڈنگ میں ۶۰۰ سے زیادہ گھر آباد تھے۔ اسی قسم کی بلڈنگز میں جو گھر ہیں انہیں اپارٹمنٹ کہتے ہیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ لوگ ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود توہمات کا اب بھی شکار ہیں۔ مثلاً یہ لوگ تیرہ کے عدد کو منحوس سمجھتے اور اس سے بچتے ہیں۔ چنانچہ ہماری عمارت میں بارھویں منزل کے بعد چودھویں منزل آ جاتی تھی۔ تیرھویں منزل سرے سے موجود ہی نہیں تھی۔ ہماری بلڈنگ نہایت خوبصورت تھی۔ اس کے تین بازو تھے گویا کہ انگریزی کے لفظ Y کی طرز پر اس کی اٹھارہ منزلوں پر دونوں جانب مکان تھے باہر کی جانب کثرت سے شیشہ استعمال ہوا تھا اس طرف دیواریں۔ کھڑکیاں، بڑے بڑے شیشوں کی بنی ہوئی تھیں۔ دو کمروں کی ایک ایک دیوار تو پوری کی پوری

شیشے کی بنی ہوئی تھی۔ مکان میں گرم اور ٹھنڈا پانی دونوں مہیا ہوتے ہیں اور ۲۴ گھنٹے پانی دستیاب ہوتا ہے بجلی جتنی چاہو جلاؤ۔ سب کرایہ میں شامل ہے۔ اس لئے یہاں کے لوگ بجلی بڑی بے دردی سے جلاتے ہیں۔ کھانا بجلی کے چولہوں پر پکتا ہے۔ ہمارے مکان کے باورچی خانہ میں چار چولہوں کی Range تھی۔ تین چھوٹے چولہے ایک بڑا۔ اس کے نیچے اوون (OVEN) یعنی تنور کی قسم کا ڈبہ تھا۔ اگر کیک وغیرہ پکانا ہو۔ کھانا گرم رکھنا ہو تو اس میں رکھ دیا جاتا۔ تقریباً ۱۶ مکعب فٹ کا ریفریجریٹر ہر مکان میں بلڈنگ والوں کی طرف سے لگا ہوتا ہے۔ ٹیلی فون خود لگوانا پڑتا ہے لیکن کرایہ بہت معمولی۔ شاید ۸ یا ۱۰ ڈالر ماہوار ٹیلیفون کے دو نمبر ہوتے ہیں مثلاً ہمارے گھر کا نمبر ۲۱۵۶۔ ۲۲۵ تھا۔ نمبر گھمانے کا طریق عام یہی ہے کہ پہلے ۲۲۵ گھماؤ پھر ۲۱۵۶۔ اور اگر آپ بلڈنگ میں کسی کے گھر جانا چاہیں تو آپ اندر داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ گھر والا آپ کو اجازت نہ دے تو آپ اندر داخل نہیں ہو سکتے جب تک کہ گھر والا آپ کو اجازت نہ دے اور بلڈنگ کے باہر کا دروازہ نہ کھول دے۔ طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ کسی سے ملنے گئے ہیں تو بلڈنگ کے باہر ایک چھوٹے سے کمرے میں دیوار پر ایک چھوٹا سا بورڈ لگا ہوا ہے جس پر سینکڑوں بٹن ہیں اور ان پر مکان کا نمبر لکھا ہوا ہے۔ آپ کو جس گھر میں جانا ہو اس کا نمبر دبائیں تو اس گھر میں ایک گھنٹی بجے گا اور اس کے پاس ہی تین بٹن بھی لگے ہوتے ہیں ایک پر لکھا ہے "TALK" (بات کریں) دوسرے پر لکھا ہے "LISTEN" (سنیں) اور تیسرے پر لکھا ہے "DOOR" (دروازہ) "بات کریں" والا بٹن دبا کر گھر والا پوچھے گا "کون صاحب ہیں؟" نیچے سے آپ جواب دیں گے کہ میں فلاں ہوں ملنا چاہتا ہوں گھر والا "سنیں" والا بٹن دبا کر یہ بات سنے گا اور "دروازہ" والا بٹن دبا دے گا۔ تو آپ کے سامنے بلڈنگ کے بڑے دروازے کا تالا خود بخود کھل جائے گا اور آپ اندر آ سکیں گے۔ اگر گھر والا آپ سے ملنا پسند نہیں کرے گا تو وہ دروازہ نہیں کھولے گا۔

اسی سلسلہ میں ایک اور بات بھی قابل ذکر ہے کہ "ماں" کا لفظ کتنی محبت اپنے اندر رکھتا ہے بعض زبانوں میں "امی" کہتے ہیں۔ بعض "ماں" کہتے ہیں۔ بعض "ممی" کہتے ہیں۔ بعض "MOM" کہتے ہیں۔ کینیڈا یا امریکہ میں بھی ماں کو "MOM" یا "ممی" کہا جاتا ہے۔ لیکن اکثر اوقات بچے "MOM" کہتے وقت "ماں جی" کہتے ہیں۔ میں ایک دن باہر سے گھر آیا تو بلڈنگ کا بیرونی دروازہ بند تھا۔ مجھ سے پہلے ایک امریکن لڑکی وہاں کھڑی تھی وہ نیچے دودھ لینے آئی تھی۔ اس کے ہاتھ میں دودھ کی ایک بھاری بوتل تھی جس میں تقریباً تین ساڑھے تین سیر دودھ ہوگا۔ اس نے اپنے گھر کا بٹن دبایا ہوا تھا۔ اوپر سے آواز آئی۔ "کون ہے؟" لڑکی نے فوراً جواب دیا۔ "ماں! OPEN THE DOOR" (ماں دروازہ کھولو)

اسی پر ہمیں ایک پنجابی دوست یاد آ گئے جن پر [illegible]

انگریزی بولنے کا بھوت سوار رہتا تھا۔ اور جو دروازہ پہ اکثر یہ صدا لگاتی سُنتے گئے ہیں :۔

" ممّے دی آنٹی ! اوپن دی ڈور " (OPEN THE DOOR)

بہرحال اس امریکن لڑکی کے منہ سے " ماں " کا لفظ اتنا بھلا لگا کہ میں اس پہ بہت دیر تک سوچتی رہی کہ ساری دنیا میں ہی ماں کا وجود اور " ماں " کا لفظ کتنا پیارا ہے اور اس میں کتنی عظمت اور پیار پوشیدہ ہے۔

بلڈنگ کی مزید تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ سب سے نچلی منزل میں بلڈنگ والوں کا دفتر ہے۔ جہاں ہر ماہ باقاعدگی سے کرایہ جمع کرانا پڑتا ہے۔ اگر گھر کی کوئی چیز خراب ہو جائے مثلاً چولہوں میں کوئی نقص ہو یا پانی کی ٹونٹی میں خرابی ہو یا ریفریجریٹر میں شکایت ہو تو دفتر کو رپورٹ کریں فوراً ٹھیک کر دی جائے گی۔ دفتر کے ساتھ ہی ایک کمرہ تھا جو ہر وقت مقفل رہتا۔ یہ ڈاک کا کمرہ تھا۔ ہر گھر والے کے پاس اس کی چابی تھی۔ کمرے کے اندر ہر گھر کے لئے ایک خانہ تھا جس پر ڈاک والے گھر کا نمبر ہوتا تھا۔ ڈاکیہ آتا تھا اس کمرے کے باہر کی چابی کے پاس ہوتی تھی وہ باہر سے ہی ساری بلڈنگ کے گھروں کی ڈاک ان خانوں میں ڈال کر چلا جاتا۔ اگر کوئی رجسٹری ہوتی تو اس کے لئے وہ اس گھر کا بزر دبا کر گھر والے کو نیچے بلا لیتا اور دستخط کروا کر رجسٹری اس کے حوالے کر دیتا۔

ڈاک کے کمرے کے ساتھ ہی لانڈری روم تھا۔

اس میں چھ واشنگ مشینیں لگی ہوئی ہیں۔ اس میں آپ اپنے کپڑے ڈالیں۔ صابن کا پوڈر ڈالیں اور مشین بند کر کے ۲۵ سینٹ کا سکہ مشین میں ڈال کر بٹن دبائیں مشین چل پڑے گی۔ اور آدھ گھنٹے میں آپ کے ۲۰ کپڑے دھل جائیں گے۔ ساتھ ہی خشک کرنے والی مشینیں بھی لگی ہوئی ہیں۔ گیلے کپڑے نکال کر خشک کرنے والی مشین میں ڈال دیں اور ۲۵ سینٹ کا سکہ ڈال کر بٹن دبا دیں۔ آدھے گھنٹے میں آپ کے کپڑے خشک ہو جائیں گے۔ اور مشین خود بخود رک جائیگی اس کے قریب ہی ایک بڑا کمرہ تھا۔ اس میں فسٹنگ وغیرہ یا کھیلوں کا سامان تھا۔ بلڈنگ کے باہر بچوں کے لئے تیرنے کا ایک تالاب تھا۔ چھٹیاں تھیں جو لے تھے۔ شام کو بچے اکٹھے ہو جاتے اور خوب نہاتے اور کھیلتے اور مزے کرتے۔ چاروں طرف نہایت عمدہ گھاس کے لان تھے۔ صبح صبح ایک کینیڈین بڑے میاں جھاڑو اور ایک تھیلا لئے بلڈنگ کے باہر لان کی پوری صفائی کرتے۔ کاغذ، لفافے، ڈبے، کوئی شیشی یا فالتو چیز ہوتی تو تھیلے میں ڈال کر چلے جاتے۔ صبح صبح ہی ایک لڑکی بلڈنگ کے وہ شیشے اور کھڑکیاں صاف کرتی جو کسی کی ملکیت نہیں تھے بلکہ بلڈنگ کی انتظامیہ کے سپرد تھے۔ اس لئے تمام دروازے، کھڑکیاں۔ فرش۔ دیواریں چمکتے رہتے۔ فرش لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کی ٹائلوں کا تھا جس کی طرز کچھ اس طرح تھی

باورچی خانوں کا فرش پلاسٹک کی ٹائلوں کا تھا

بلڈنگ کا انتظام ایک سپرنٹنڈنٹ کے ماتحت تھا جسے بلڈنگ کی طرف سے فری مکان ملا ہوا تھا اور وہ بمعہ اپنی فیملی سمیت وہاں رہتا۔ بلڈنگ میں کتا یا بلی رکھنے کی اجازت نہیں البتہ سپرنٹنڈنٹ صاحب کی بیوی نے ایک بدصورت بلی پالی ہوئی تھی۔ سپرنٹنڈنٹ کی بیوی بھی عام طور پر بلڈنگ کے انتظامات میں اپنے میاں کا ہاتھ بٹاتی۔

ہماری بلڈنگ کے ساتھ اتنی ہی بڑی بڑی دو بلڈنگز اور تھیں جن کا نقشہ بالکل ہماری بلڈنگ جیسا تھا اور مکانوں کے ڈیزائن بھی بالکل اسی طرح کے تھے جیسے کہ ہماری بلڈنگ کے۔ ان تینوں بلڈنگوں کے سامنے چند دکانیں بھی تھیں۔ ان میں ایک بیکری، ایک ڈرائی کلینر، سبزی فروشی کی دکانیں شامل ہیں۔ روزمرہ کی ضروریات یہاں سے دستیاب ہو سکتی تھیں باقی بڑی یا زیادہ خریداری کے لئے مارکیٹ جانا پڑتا تھا۔ بلڈنگ کے نیچے ہی خط ڈالنے کے لئے لیٹر بکس تھا بس سٹینڈ تھا۔ ہماری بلڈنگ میں سکھ بھی رہتے تھے سندھی بھی، پاکستانی بھی، افریقی، اٹالین، ہسپانوی، امریکن، چینی اور جاپانی بھی رہتے تھے۔ یوگنڈا سے آئے ہوئے دو تین گجراتی خاندان بھی تھے۔

اپنے گھر میں آپ کو خاموشی رکھنا پڑتی ہے اگر آپ شور شرابا کریں گے اور ہمسایوں کے کام میں مخل ہوں گے تو ساتھ والے ہمسائے کو اختیار ہے کہ پولیس کو بلا کر آپ کے خلاف کارروائی کروائے۔ یہاں تک کہ اس سے مکان خالی بھی کروایا جا سکتا ہے۔

عام طور پر ہر کام بجلی سے کیا جاتا ہے۔ مصالحہ پیسنا ہو تو بجلی کی مشین ہے۔ لسی بنانی ہو تو بجلی سے انڈا پھینٹنا ہو تو وہ بھی بجلی سے لیکن بجلی یہاں پر ۱۱۰ وولٹ کی ہے اور سب appliances اسی وولٹ پر کام کرتے ہیں Appliances یہاں پاکستان میں کسی کام کے نہیں کیونکہ ہمارے ہاں ۲۲۰ وولٹ کی بجلی چلتی ہے۔ (باقی آئندہ)

○

"الوصیۃ" بقیہ صفحہ ۳۴

اس کے بعد ہدایت فرمائی کہ یہ وصیت اس کی حالت میں لکھی جائے اور شائع ہو۔ نیز جو قادیان سے باہر ملک کے کسی اور حصہ میں ہوں تو تابوت میں ڈال کر قادیان لایا جائے اور اگر شرائط میں کمی ہو تو تابوت میں مقامی جگہ امانتاً دفن ہو جب شرائط مکمل ہو جائیں تو پھر قادیان لایا جا سکتا ہے۔

پھر ضمیمہ کی صورت میں بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے سے متعلق بیشتر شرائط کا ذکر فرمایا ہے۔

اس کے بعد روئیداد اجلاس اول معتمدین صدر انجمن احمدیہ قادیان منعقدہ ۲۹ جنوری ۱۹۰۶ء درج کی گئی ہے جس میں وصیت فارم کا مسودہ اور ہدایات برائے موصیان تجویز کی گئی ہیں +

○

"ایک شہتیر اور ٹوٹا" بقیہ صفحہ ۲۷

بقیہ صفحہ ۲۷

خطبہ جمعہ کا ارشاد ہوتا تو اکثر تربیتی مضامین بیان فرماتے اور حضور ایدہ اللہ کی صحت کے لئے ایک اچھوتے انداز سے تحریک دعا فرماتے۔

آپ سلسلہ کے ایک مشہور اور مانے ہوئے مناظر تھے۔ زمانہ طالب علمی میں ہی آپ نے کامیاب مناظرے شروع کر دیئے تھے اور پھر سارے ہندوستان میں آپ کے مناظروں کی دھاک بیٹھ گئی۔ اہل تشیع کے ساتھ مناظرہ مہت پور، غیر مبائعین کے ساتھ مباحثہ راولپنڈی اور عیسائیوں سے تحریری مناظرہ الوہیت مسیح، اسی طرح مباحثہ مصر خاص اہمیت کے حامل ہیں

آپ ایک بلند پایہ مصنف تھے۔ اپنی علمی وتحقیقی اور مدلّل تصنیفات کے باعث آپ جماعت میں ہمیشہ یاد رہیں گے۔ "القول المبین" "کلمۃ الیقین" اور خاص طور پر "تفہیمات ربانیہ" آپ کا عظیم شاہکار ہے

صحافت کے میدان میں بھی حضرت مولوی صاحب مرحوم ایک پہلوان تھے۔ "الفرقان" جیسے بلند پایہ علمی مجلّہ کو جس ہمت، محنت، کوشش اور خون پسینہ ایک کرکے آپ نے چلایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

بلاد عربیہ میں آپ کو ایک طویل عرصہ تک تبلیغ اسلام کی سعادت نصیب ہوئی۔ اسی وجہ سے آپ عربی زبان میں ید طولیٰ رکھتے تھے اور روانی سے بولتے اور لکھتے تھے۔

جامعہ احمدیہ میں استاذ اور پرنسپل کے طور پر بھی آپ کو اہم تدریسی خدمات ادا کرنے کی توفیق ملی۔ موجودہ مبلّغین میں سے اکثر آپ کے شاگردان رشید ہیں۔ بلاشبہ حضرت مولانا مرحوم رضی کی یہ علمی خدمات آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہیں۔

اسی طرح حضرت مولانا مرحوم کو گزشتہ سے پیوستہ برس نعتیہ مشاعروں کا بابرکت سلسلہ شروع کروانے کی بھی توفیق نصیب ہوئی۔

عرصہ تک صدر مجلس کارپرداز بہشتی مقبرہ کے طور پر آپ نہایت عزم و ہمت سے کام کرتے رہے۔ اسی طرح نظارت اصلاح و ارشاد (تعلیم القرآن) اور وقف عارضی میں بھی آپ نے آخری دم تک نہایت جفاکشی اور محنت سے کام کیا۔

الغرض حضرت مولانا مرحوم رضی ایک نہایت نیک زندگی اور درویش انسان تھے۔ آپ عالم باعمل، نرم خو، مہمان نواز، شگفتہ مزاج، عمدہ اور لطیف مزاح کرنے والے، مخلوق خدا کے ہمدرد اور مرنجاں مرنج انسان تھے۔

آپ بے لوث خدمت کرنے والے تھے۔ اپنی اولاد کو خدمت سلسلہ کے لئے وقف کیا اور آج بھی آپ کے دو فرزندان ارجمند مکرم عطاء المجیب راشد ایم اے جاپان میں اور مکرم عطاء الکریم شاہد لائبیریا میں تبلیغ اسلام کا فریضہ انجام دے رہے ہیں

اسی طرح آپ کے ایک اور فرزند مکرم عطاء الرحیم سپر انٹنڈنٹ میں لیکچرار کام کر رہے ہیں۔

ہم بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا رضی پر بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل کرے اور آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)

تعزیتی قرارداد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا یہ غیر معمولی اجلاس حضرت سیّدہ نواب مبارکہ صاحبہ رضی اللہ عنہا کی وفات حسرت آیات پر دلی رنج وغم اور حزن وملال کا اظہار کرتا ہے۔

آپؓ سیدنا حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبشّر اولاد میں سے تھیں۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آپ کی پیدائش سے قبل الہاماً بشارت دی "تُنَشَّأُ فِي الْحِلْيَةِ" یعنی زیورات میں نشوونما پائے گی یعنی نہ خوردسالی میں فوت ہوگی اور نہ تنگی دیکھے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے الہام میں آپ کو "نواب مبارکہ بیگم" کے لقب سے نوازا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ سے متعلق اپنے ایک رؤیا کو مندرجہ ذیل منظوم کلام میں درج فرمایا ہے:-

"ہوا اک خواب میں مجھ پر یہ اظہر — کہ اس کو بھی ملے گا بخت برتر

لقب عزّت کا پاوے وہ مقرر — یہی روزِ ازل سے ہے مقدّر"

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچپن سے ہی سچے رؤیا اور کشوف کی نعمت سے سرفراز فرمایا تھا۔ آپ کا وجود شعائر اللہ میں سے تھا اور سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقۃ الوحی میں بطور نشان آپ کی پیدائش کا ذکر فرمایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند پایہ روحانی اور ادبی ذوق سے نوازا تھا۔ آپ کا منظوم کلام جذب وکیف سے پُر، تصوف اور روحانیت سے لبریز اور سوز وگداز میں ڈوبا ہوا ہے۔ نظم کے علاوہ نثر میں بھی آپ نے نہایت ایمان افروز مضامین رقم فرمائے خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق آپ کے مقالہ جات بڑے ہی معرکہ پرور ہوا کرتے تھے۔ غرضیکہ آپ کا وجود باجود اسم بامسمّٰی اور بے شمار برکات وفیوض کا حامل تھا۔ توکّل علی اللہ، بے نفسی اور مخلوقِ خدا کی بے لوث خدمت آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جماعت کے لئے دعائیں کرنے کی خاص توفیق عطا فرمائی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے قربِ خاص سے نوازے اور اعلیٰ علیین میں بلند درجات عطا فرمائے نیز آپ کی وفات سے جماعت میں جو خلاء پیدا ہوا ہے اسے اپنے فضل سے پُر فرمائے (آمین)

ہم جملہ ممبران مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، حضرت سیّدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی، حضرت سیدہ منصورہ بیگم صاحبہ مدظلہا العالی، محترم نواب محمد احمد خان صاحب، محترم نواب مسعود احمد خان صاحب اور جملہ افراد خاندانِ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ وا[illegible] کے ساتھ شریکِ غم ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہم سب کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور جماعت کی جملہ مستورات او[illegible] آپ کے اوصاف حمیدہ اپنانے کی توفیق سے نوازے۔ آمین!

—— (مسوّدہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ) ——

فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ

سالانہ رپورٹ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ۷۶-۱۹۷۵ء

پیش لفظ

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی سالانہ رپورٹ بابت سال ۵۵-۱۳۵۴ ہش / ۷۶-۱۹۷۵ء (چند چیدہ امور سے متعلق) نہایت اختصار سے پیش ہے۔ یہ محض خداتعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے مجلس کی حقیر مساعی کو اپنی برکتوں سے نوازا اور مجلس کے کام میں گزشتہ کی نسبت نمایاں اضافہ ہوا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک!

لیکن یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ جو کام کیا گیا ہے وہ اس سے بہت کم ہے جو نہیں کیا جاسکا اور جسے عہدیداران خدام الاحمدیہ اپنا جائزہ لیتے ہوئے محسوس فرماسکتے ہیں۔

خاکسار قائدین اضلاع، قائدین مقامی، نگران حلقہ جات اور دیگر عہدیداران سے درج ذیل اہم امور کی طرف زیادہ اور مسلسل توجہ فرمانے کی گذارش کرتا ہے۔

(۱) مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام: اگرچہ عرصہ زیر رپورٹ میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ پہلے سے زیادہ مجالس اور زیادہ خدام نے کیا ہے لیکن ابھی ہم منزل سے بہت پیچھے ہیں۔ جملہ عہدیداران سے درخواست ہے کہ سال ۷۷-۱۹۷۶ء میں اس طرف خصوصی توجہ فرمائیں۔

(۲) مجلس کے جملہ شعبہ جات کے کام باقاعدہ اور تعہد کے ساتھ سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ ان کاموں کی رپورٹ باقاعدہ مرکز کو ارسال فرمائیں۔ مطبوعہ ماہانہ رپورٹ فارم میں ہر شعبہ کا کام معین اعداد و شمار کے ساتھ درج کیا جائے۔

(۳) وقف جدید دفتر اطفال کے لئے خصوصی جدوجہد کی جائے اور ۲۵ روپے یا ۵۰ روپے اور ۱۰۰ روپے یا اس سے زیادہ کے وعدے لئے جائیں اور اس طرح خصوصی معاونین خاص کے ذریعہ وقف جدید دفتر اطفال کو مضبوط کیا جائے۔

اللہ تعالیٰ جملہ کام کرنے والوں کو احسن جزاء سے نوازے اور اپنے فضل و رحم کے ساتھ مجلس کو ہر قدم آگے ہی آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

(اللہ بخش شاہد۔ معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

اعتماد

• **انتخاب قائدین:** سال ۷۶-۱۹۷۵ء ایک سال میں کل ۶۴۶ قائدین کا انتخاب عمل میں آیا۔ جبکہ سال ۷۵-۱۹۷۴ء دو سالوں میں ۵۵۰ مجالس میں قائدین کے انتخاب ہوئے۔

• **عاملہ:** سال ۷۵-۱۹۷۴ء میں کل ۲۷۲ مجالس نے عاملہ تجویز کر کے مرکز میں بھجوائی۔ جبکہ سال ۷۶-۱۹۷۵ء میں ۴۸۳ مجالس نے عاملہ کی منظوری مرکز سے حاصل کی۔

• **قائدین اضلاع:** سال ۷۶-۱۹۷۵ء میں ۳۳۔ اضلاع میں قائدین اضلاع کا تقرر ہوا اور ان کی طرف سے کل ۱۵۹ ماہوار رپورٹس کارگذاری مرکز میں موصول ہوئیں۔ ۱۹ قائدین اضلاع نے مجلس عاملہ کی منظوری مرکز سے حاصل کی جبکہ ۱۵۔ اضلاع نے نگران حلقہ جات کا تقرر کیا۔

• **آمد ڈاک:** سال ۷۵-۱۹۷۴ء میں کل ۸۳۳۴ خطوط مجالس کی طرف سے مرکز کو موصول ہوئے جبکہ سال ۷۶-۱۹۷۵ء میں ۸۷۹۷ خطوط مجالس کی طرف سے آئے۔

• **روانگی ڈاک:** سال ۷۵-۱۹۷۴ء میں مرکز سے بھجوائے جانے والے خطوط کی تفصیل یہ ہے:-

روانگی بیرون: ۵۳,۳۴۴ ⎫
 ⎬ اس سال تمام شعبہ جات کی ڈاک اکٹھی روانہ کی جاتی تھی۔
 " یکل: ۲,۱۳۳ ⎭

سال ۷۶-۱۹۷۵ء میں روانگی ڈاک کے اعداد و شمار حسب ذیل ہیں:-

روانگی بیرون: ۴۵,۳۵۲ ⎫
 ⎬ مال اور انفال نے اس عرصہ میں علیحدہ ڈاک بھجوائی۔
 " لوکل ۲,۱۳۳ ⎭

• **ماہوار رپورٹس کارگذاری:** سال ۷۶-۱۹۷۵ء میں مجالس کی طرف سے کل ۸۸۶۸ رپورٹس مرکز کو آنی چاہیئے تھیں جبکہ مجالس کی طرف سے ۳۶۰۹ رپورٹس مرکز کو ملیں۔

تعداد مجالس جنہوں نے ایک رپورٹ بھی مرکز کو نہیں بھجوائی	۱۲۸
" " صرف ایک رپورٹ مرکز کو بھجوائی	۴۲
سال ۷۵-۱۹۷۴ء میں جن مجالس نے ایک رپورٹ بھی مرکز کو نہیں بھجوائی۔	۱۶۸

• **مرکزی سالانہ اجتماع:** مجلس اطفال الاحمدیہ مرکزیہ کا سالانہ اجتماع مورخہ ۱۸ اپریل ۱۹۷۶ء بروز اتوار منعقد ہوا۔ اس میں ۳۶ اضلاع کی ۲۸۰ مجالس کے ۸۰۰۴ نمائندگان نے شرکت کی۔

شعبہ مال:

گوشوارہ آمد بمقابلہ سال گزشتہ حسب ذیل ہے:-

سال	چندہ طلب	اجتماع	ہال	اطفال	اجتماع اطفال	سرائے خدمت
۷۶ — ۷۵	۲,۲۸,۱۵۳	۳۶,۳۴۴	۲۷,۳۸۰	۱۳,۶۶۱	۵,۳۹۷	۸۴,۲۱۸
۷۵ — ۷۴	۲,۰۸,۶۶۵	۳۹,۶۶۰	۱۹,۲۹۲	۹,۲۴۹	۲,۶۵۸	۲۵,۴۰۲
کمی بیشی	۱۹,۴۸۸	۳,۳۱۶	۸,۰۸۸	۴,۴۱۲	۲,۷۳۹	۵۸,۸۱۶

سال ۷۶-۱۹۷۵ء میں سال ۷۵-۱۹۷۴ء کی نسبت سوائے اجتماع کے محض اللہ تعالیٰ کی فضل سے بہت اضافہ ہوا ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

تشخیص بجٹ: سال ۷۶-۱۹۷۵ء میں کل ۴۴۶ مجالس کے خدام کے اور ۵۴ مجالس کی طرف سے اطفال کے بجٹ موصول ہوئے۔ جبکہ اس سال کے آخری تین ماہ میں سال ۷۷-۱۹۷۶ء کے بجٹ مندرجہ ذیل تفصیل سے موصول ہوئے:-

خدام ۳۰۰ اطفال ۲۷۰

روانگی ڈاک عام: سال ۷۶-۱۹۷۵ء میں ۱۸,۱۳۲ خطوط مجالس کو روانہ کئے گئے۔ کل روانگی سال ۷۶-۱۹۷۵ء ۲۰,۴۶۰ خطوط

شعبہ تجنید: سال ۷۵-۱۹۷۴ء میں کل ۲۷۰ مجالس کی طرف سے فہرست تجنید موصول ہوئی۔

کل تعداد مجالس سال ۷۶-۱۹۷۵ء ۷۳۵

نئی جاری ہونے والی مجالس کی تعداد ۷

بند ہونے والی مجالس کی تعداد ۳

شعبہ اطفال

گوشوارہ مختصر کارگزاری پیش ہے:-

سال	مجالس اطفال الاحمدیہ قائم شدہ	تعداد اطفال	آمد ڈاک اطفال	روانگی ڈاک اطفال	آمدہ فہرست تجنید اطفال	ماہوار رپورٹس	امتحانات اطفال	مقالہ نویسی
۷۶ - ۱۹۷۵	۶۷۴	۸,۹۳۵	۲۷۶۱	۱۲,۲۶۲	۱۹۱	۲۷۸۲	مجالس ۱۹۷ اطفال ۳۱۰۰	۳۲ مقالے
۷۵ - ۱۹۷۴	۶۶۴	۶,۴۸۲	۲۴۷۶	اعداد کمیاب ہیں	۱۸۹	۲۶۳۰	مجالس ۱۰۸ اطفال ۲۳۲۴	۴۵ مقالے

شعبہ تعلیم

امتحانات: مقابلہ مضمون نویسی اور مطالعہ کتب کا گوشوارہ حسب ذیل ہے:-

سال	امتحانات	مقابلہ مضمون نویسی	مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام
۷۵ - ۷۶	اضلاع ۳۵ مجالس ۲۵۰ خدام ۲۶۰۳	اضلاع ۷ مجالس ۱۱ خدام ۱۵	۱۹۱ مجالس
۷۴ - ۷۵	اضلاع ۳۲ مجالس ۲۴۰ خدام ۲۸۴۱	اضلاع ۷ مجالس ۱۳ خدام ۱۳	''

گوشوارہ مثالی وقار عمل، تربیتی کلاسز و گھوڑے

نمبر شمار	نام ضلع	پہلا وقار عمل	دوسرا وقار عمل	تیسرا وقار عمل	تربیتی کلاس	گھوڑے	نمبر شمار	نام ضلع	پہلا وقار عمل	دوسرا وقار عمل	تیسرا وقار عمل	تربیتی کلاس	گھوڑے
۱	لائلپور	۳	۹	۶	۴	۱۰	۱۴	ڈیرہ اسمٰعیل خان	۱	۱	۱	×	-
۲	کراچی	۵	۵	۵	۹	-	۱۵	لاڑکانہ	۸	۱	۸	۱	-
۳	سرگودھا	۹	۳	۲	۴۶	۴۴	۱۶	جھنگ	۳	۱	۲	۶	۷ بمعہ [illegible]
۴	سیالکوٹ	۱	۴	۱	۱	-	۱۷	ڈیرہ غازیخان	۱	×	۱	-	-
۵	راولپنڈی	۲	۳	۱	۴	-	۱۸	ملتان	۱	×	×	-	-
۶	گوجرانوالہ	۱	۲	۳	۱	۲	۱۹	ساہیوال	۲	۱	۱	-	-
۷	شیخوپورہ	×	۲	۴	۳	۱	۲۰	لاہور	×	×	۴	۲	-
۸	گجرات	۲	۷	×	۱	-	۲۱	رحیم یار خان	۲	×	۱	-	-
۹	پشاور	۱	۱	۱	-	-	۲۲	بہاولنگر	×	×	۱	-	-
۱۰	ہزارہ	×	۱	×	-	-	۲۳	سانگھڑ	×	×	۱	-	-
۱۱	حیدرآباد	۲	۱	۳	-	-	۲۴	مظفر گڑھ	-	-	-	۱	-
۱۲	میرپورخاص	۱	۱	۳	۱	-	۲۵	دیرہ	-	-	-	۱	-
۱۳	خیرپور	۱	۱	۱	۳	-	۲۶	نواب شاہ	-	-	-	۱	-

• وقارِ عمل

امسال ۷۶-۱۹۷۵ء میں تین مثالی وقارِ عمل منانے کی تحریک مرکز کی طرف سے کی گئی۔ مجالس نے جوش و خروش سے حصہ لیا۔ مجالس کی طرف سے آمدہ رپورٹس مثالی وقارِ عمل کا گوشوارہ حسبِ ذیل ہے:۔

پہلا مثالی وقارِ عمل ۴۷ مجالس
دوسرا " ۴۴ "
تیسرا " ۵۰ "

• شعبہ تربیت

ماہ اپریل میں مرکزی تربیتی کلاس منعقد کی گئی۔ اس میں ۳۶ اضلاع کی ۱۳۳ مجالس کی طرف سے ۵۶۰ نمائندگان شامل ہوئے۔

اس کے علاوہ ۱۵ اضلاع کی ۸۲ مجالس میں اجتماعات اور تربیتی کلاسز مقامی طور پر منعقد ہوئے۔

• صحتِ جسمانی

امسال شعبہ صحت جسمانی خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیرِ اہتمام گھوڑ دوڑ ٹورنامنٹ منعقد کیا گیا۔ شامل ہونے والے گھوڑوں کی تعداد کا گوشوارہ بمقابلہ سال گزشتہ پیش ہے:۔

سال	اضلاع	گھوڑے
۷۵ – ۷۴	۸	۱۴۴
۷۶ – ۷۵	۵	۶۶

مختصر رپورٹ اطفال الاحمدیہ سال ۷۶-۱۹۷۵ء

اشاعت: ۲۸۰۰

تربیت: کل اطفال ۵۷۴۸ ۱۹۷۶ء

	کلمہ طیبہ	۵۵۶۴	
	منتخب آیات	۱۴۱۴	
	روزانہ تلاوت	۲۶۱۴	
• تعلیم:	مرکزی امتحانات (مجالس)	۲۰۰	۱۱۵ سنہ ۱۹۷۵ء
	" " (پرچے)	۳۱۱۷	۲۳۳۰
	" مقالہ (مجالس)	۱۰	۹
	" مقالہ جات (پرچے)	۳۲	۲۵

• اجتماع:	ماہانہ رپورٹس سنہ ۱۹۷۶ء	۱۵۷۰	سنہ ۱۹۷۵ء ۱۴۴۸
	یوم والدین "	۶۵	" ۶۱
	اجلاس عام "	۱۲۳۱	" ۱۶۲۶
	اجلاس عاملہ "	۲۲۲	" ۱۲۶
• مال:	بجٹ بھجوانے والی مجالس	۵۹۵	
	سو فیصد چندہ بھجوانے والی	۲۵۰	
	سو فیصد چندہ اجتماع بھجوانیوالی	۲۱۸	
	بجٹ ادا کرنے والی مجالس	۱۵۱	
• تجنید:	فہرست تجنید کی تعداد	۲۶۹	

○

ضروری تصحیح

ماہ مئی کے شمارہ میں صفحہ ۳۴ کالم ۲ سطر ۲۲ پر لفظ خلافت کی بجائے سہواً جماعت لکھا گیا ہے۔ اصل عبارت یوں ہے۔ "۲۷ مئی: خلافتِ احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔"
قارئین تصحیح فرمالیں:

(ادارہ)

شمالی علاقوں کی پیدل سیر کا عمدہ موقع

سیف الملوک ہائیکنگ کلب موسم گرما میں اپنے سالانہ ہائیکنگ سفر کا پروگرام بنا رہی ہے ایسے احباب جن کی روح ابھی جوان ہو اور بیس پچیس میل پیدل روزانہ چل سکیں ۔ اور وہ خوشگوار موسم ، دل فریب مناظر کے ماحول اور زندہ دل ساتھیوں کی ہمراہی میں نیرنگیٔ فطرت کا مشاہدہ ، پیدل سیاحت کے ذریعہ کرنا چاہتے ہوں ان کے لئے سنہری موقع ہے کہ وہ کلب کے اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے سالانہ ہائیکنگ ٹروپ میں شریک ہوں ۔ اس سلسلہ میں ۱۵ جون ۱۹۷۷ء (۱۵ احسان ۱۳۵۶ ہش) تک مدیر خالد کی معرفت کلب کے کنوینر جناب قائد ضلع ہزارہ سے رابطہ قائم فرمائیں ۔

یہ سفر آٹھ سے دس دن تک کا ہوگا اور جولائی سے ستمبر تک کے عرصہ میں زیر تجویز ہے جس میں وادی نیلم کے علاوہ وادئ سیرن کے کچھ علاقوں کی سیر کا پروگرام ہے ۔ کلب کے اصول درج ذیل ہیں :-

(۱) آغاز سفر پر اسلامی روایات کے مطابق امیر کا انتخاب ہوگا ۔ دوران سفر امیر کی ہدایات کی پابندی لازمی ہوگی ۔

(۲) دوران سفر تمام معروف اسلامی اصول سفر پر عمل ہوگا ۔ انشاء اللہ العزیز !

(۳) پیدل سفر کے آغاز کے بعد سارا سفر الّا ماشاء اللہ پیدل کرنا ہوگا ۔

(۴) اس پیدل سفر کی بنیادی اغراض ہوں گی ۔ جفاکشی کی عادت ڈالنا ، ایثار کے جذبات پر مبنی رشتہ ہائے اخوت بڑھانا ، مطالعۂ فطرت اور غور و فکر کے ساتھ تسبیح و تحمید کے مواقع بہم پہنچانا ۔

امید ہے کہ زیادہ سے زیادہ دوست اس دلچسپ پروگرام میں شامل ہوں گے ۔

والسّلام

مدیرِ خالد

شیزان
Digitized By Khilafat Library Rabwah
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Peach Jam
HOT KETCHUP
HOT KETCHUP
Shezan
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ
ہنڈ روڈ لاہور

MONTHLY **KHALID** RABWAH

IHSAN 1356 H.S. —— JUNE, 1977 —— Regd. No. L 5830

Editor : H. M. AHMAD

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا